بیاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

الحق

ماھنامہ

رمضان ۱۴۲۵ھ اکتوبر ۲۰۰۴ء

مدیر مسئول

مولانا سمیع الحق

خوشخبری

عالم اسلام کی عظیم اسلامی یونیورسٹی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اردو زبان میں بھی درس وتدریس کا انتظام:

پشتو زبان نہ سمجھنے والے ملک کے تمام صوبوں اور علاقوں کے طلباء علوم دینیہ اب اس عظیم تعلیمی مرکز پاکستان کے دیوبند ثانی سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ پچھلے سال سے درجہ اولیٰ تا درجہ سادسہ اردو میں تدریس شروع ہوگئی ہے۔ اب ملک کے تمام باشندوں کیلئے اس عظیم ادارہ کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ پشتو زبان نہ سمجھنے والے خواہشمند طلباء بھی اس بین الاقوامی شہرت یافتہ جامعہ حقانیہ میں داخلہ کیلئے رابطہ کر سکتے ہیں۔ شرائط داخلہ پر پورا اترنے والے حضرات جلد از جلد رابطہ کریں۔

دارالعلوم حقانیہ کے نئے تعلیمی سال ۲۶-۱۴۲۵ھ - ۲۰۰۴/۵ء کے داخلوں کا شیڈول

درجات	ایام	تاریخ
دورہ حدیث	بدھ	۱۱ شوال ۲۵ نومبر ۲۰۰۴ء
دورہ حدیث	جمعرات	۱۲ شوال ۲۶ نومبر ۲۰۰۴ء
موقوف علیہ	ہفتہ	۱۴ شوال ۲۸ نومبر ۲۰۰۴ء
درجہ تکمیل، سادسہ	اتوار	۱۵ شوال ۲۹ نومبر ۲۰۰۴ء
درجہ خامسہ	پیر	۱۶ شوال ۳۰ نومبر ۲۰۰۴ء
درجہ رابعہ	منگل	۱۷ شوال یکم دسمبر ۲۰۰۴ء
درجہ ثالثہ	بدھ	۱۸ شوال ۲ دسمبر ۲۰۰۴ء (نئے تعلیمی سال کا افتتاح انشاءاللہ)
درجہ ثانیہ، اولیٰ	جمعرات	۱۹ شوال ۳ دسمبر ۲۰۰۴ء
اعدادیہ، متوسط	ہفتہ	۲۱ شوال ۵ دسمبر ۲۰۰۴ء

درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء و تخصص فی الحدیث

درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء و تخصص فی الحدیث کیلئے درخواستیں ۱۱ شوال تا ۱۵ شوال بمطابق ۲۵ نومبر تا ۲۹ نومبر وصول کی جائیں گی۔ امتحانی ٹیسٹ ۱۶ شوال بمطابق ۳۰ نومبر بروز پیر صبح 10 بجے ہوگا۔ جن میں دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور وفاق کے امتحان میں کم از کم جید جداً حیثیت حاصل کرنے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔ نیز اردو، عربی زبانوں پر بھی مکمل عبور حاصل ہو۔

نوٹ: (۱) تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء کا دورانیہ 2 سال ہوگا۔

رابطہ کیلئے : (0923) 630435 - 630340 - 630341- 630560 (Fax No) 630922

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر ------ 40
شمارہ نمبر ----- 01
۱۴۲۵ھ
۲۰۰۴ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ
مدیر
حافظ راشد الحق سمیع حقانی
ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: "الحق" کی چالیسویں جلد کا آغاز۔ فرقہ وارانہ دہشت گردی کا ذمہ دار کون؟
حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ کی المناک شہادت۔ حضرت مولانا محمد صادق

ایک مردِ درویش کی جدائی	راشد الحق سمیع	۲
اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال۔ (درس ترمذی)	مولانا سمیع الحق مدظلہ	۷
ترجمان القرآن میں جمال فطرت کا مطالعہ	ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی	۱۳
تحدید نسل (خاندانی منصوبہ بندی) کا فلسفہ	مولانا یحییٰ نعمانی	۲۷
موت ایک اٹل حقیقت	مولانا محمد انوار الحق صاحب	۳۳
برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ!	مولانا عتیق الرحمان سنبھلی	۳۷
اسلام مذہب رواداری یا دہشت گردی وانتہا پسندی؟	مولانا ڈاکٹر اکرام اللہ جان	۴۲
شرک کی طبیعت: ظلم اور وہم ہے	محترمہ عندلیب سبک	۵۳
اقبال کا نظریہ تعلیم اور عصر حاضر	جناب ابرار خٹک	۵۸
دار العلوم کے شب وروز	جناب شفیق الدین فاروقی	۶۱
تبصرہ کتب	مدیر کے قلم سے	۶۳

Computer Operator : BAHEER HANIF

نوٹ: ادارے کا مضمون نگار حضرات کے خیالات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر: 630435 , 630340 -(0923)
ای میل نمبر: E-Mail : haqqania@nsr.pol.com.pk
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/20 روپے سالانہ =/200 روپے، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقش آغاز

راشد الحق سمیع حقانی

''الحق'' کی چالیسویں جلد کا آغاز

الحمدللہ آج سے ۳۹ سال قبل قلمی وصحافتی اعتبار سے جس بے آب وگیاہ سرزمین (اکوڑہ خٹک) سے بے سروسامانی کے عالم میں ایک نوزائیدہ مجلہ علمی ماہنامہ ''الحق'' نے جس سفر کا آغاز کیا تھا آج اس کے پورے ۳۹ سال مکمل ہوگئے۔ یہ تقریباً نصف صدی کا قصہ ہونے والا ہے۔ اس طویل ومدید عرصہ میں ہر قسم کے نامساعد حالات بھی پیش آئے اور طوفانِ حوادث کا بھی اسے سامنا کرنا پڑا۔ مگر خدائے قدوس کے فضل وکرم سے یہ شمع حق فروزاں سے فروزاں تر ہوتی گئی۔ اور حق کی روشنی بحرظلمات کی تاریکیوں کو چیرتی گئی۔ اور کاروان لوح وقلم منزل بہ منزل اپنے ہداف ومقاصد کے مدارج طے کرتا ہوا آج کامیابیوں کے اوج میں داخل ہوگیا ہے۔ اور ہماری یہ حتی المقدور کوشش ہے کہ یہ سلسلہ دعوتِ حق خوب سے خوب تر ہو اور غلبہ اسلام' شریعت مطہرہ کی ترویج' پاکیزہ افکار کی نشوونما' صاف ستھری صحافت کا فروغ' ذہنی وفکری آبیاری اور مظلوموں کی حمایت حسب سابق بتوفیق ایزدی کرتے رہیں۔ اور یہ نحیف آواز آج الحمدللہ تحدیث نعمت کے طور پر اذان حق اور ایک تحریک ومکتب فکر کا روپ دھار چکی ہے۔ ہم اس سفر میں اس کے قارئین اور مقالہ نگار حضرات کے خصوصی طور پر ممنون ومشکور ہیں۔ جن کی توجہات ونگارشات اور تعاون سے یہ طویل سفر طے ہوا اور مستقبل میں ان کی توجہات کے مزید مستحق اور منتظر رہیں گے۔

لکھتے رہے جنوں کی حکایات خونچکاں
ہر چند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے
اور ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہیں گے
جو دل پہ گزرتی ہے رقم کرتے رہیں گے

ملک میں فرقہ وارانہ دہشت گردی کا ذمہ دار کون؟

فرقہ واریت کا عفریت کئی دہائیوں سے ملک وملت کے وجود کو بری طرح جھنجھوڑ رہا ہے اگرچہ اس کے تدارک کے لئے مختلف نوعیت کی کوششیں وقتاً فوقتاً ہوتی رہیں لیکن مخفی قوتوں کو کسی نہ کسی طور پر اس کو زندہ رکھنے میں مصلحت نظر آئی۔ اسی لئے ماضی کی تمام کوششیں پائیدار ثابت نہ ہوسکیں۔

گذشتہ چند ہفتے اہل وطن پر بہت بھاری گزرے۔ پہلے سیالکوٹ کی مسجد زینبیہ میں خودکش دھماکہ کے نتیجے میں درجنوں افراد کو بیدردی کے ساتھ قتل کیا گیا پھر اس کے ردعمل کے طور پر ملتان میں مولانا اعظم طارق شہیدؒ کی یاد میں منعقدہ جلسہ میں بم دھماکہ ہوا۔ اور اس میں بھی درجنوں افراد ہلاک کردیئے گئے۔ کشت وخون کے ہنگاموں سے پاکستان کا چپہ چپہ لرز رہا ہے۔ مسجدوں کو قبرستانوں میں تبدیل کیا جارہا ہے تو امام بارگاہیں ویراں کی جارہی ہیں۔ فرقہ پرست تنظیموں اور مخفی قوتوں کے درمیان ایک شیطانی کھیل کھیلا جارہا ہے' شومئی قسمت سے اس کی تکمیل کے لئے سب سے پاک' قابل احترام اور مقدس مقامات کو تختہ ستم بنانے کی کوششیں ہورہی ہیں تاکہ مسلمان مقدس مقامات میں جانے سے بھی خوف کھائیں اور گریز کریں۔ افسوس صد افسوس کہ کائنات میں سب سے پُرامن اور پُرسکون مقامات کو بھی ان دہشت گردوں یا مخفی قوتوں نے نہیں بخشا۔ اگرچہ ملک کی اکثریت اس کے تانے بانے ایجنسیوں سے وابستہ کررہی ہے' تاکہ ملک میں افراتفری اور مذہبی انتہاپسندی کا بہانہ بناکر وردی کے ساتھ صدر مملکت مزید چمٹے رہیں اور قوم اور بیرونی دنیا کو یہ باور کرایا جاسکے کہ وردی اندرونی استحکام کے لئے ازحد ضروری ہے۔ اور ان کے خیال میں اگر وردی اتر گئی تو ملک میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہوگا اور امن وسکون غارت ہوجائے گا۔ تو سوال یہ ہے کہ گذشتہ پانچ برس سے بھی وردی اور ملک کی تمام باگ ڈور صدر مشرف کے پاس ہے جو وردی میں ملبوس رہے ہیں تو اس عرصے میں کونسی دہشت گردی یا فرقہ وارانہ سرگرمیوں کو محدود کیا گیا؟ بلکہ اس میں تو روز بروز اضافہ ہی ہوتا گیا۔ اس ناکامی پر تو اقتدار واختیار چھوڑ دینا چاہیے تھا۔ یہ کہاں کی منطق ہے کہ ایک حکمران اپنے ملک کے عوام اور رعایا کو نہ تحفظ دے سکے اور خود بھی ہروقت خوف و دہشت کی زد میں رہے۔ اور بُلٹ پروف گاڑیوں کے کارواں میں فوج کے سائے میں سفر کرتا رہے۔ اور عوام کو یہ باور کراتا رہے کہ میں آپ کا محافظ اور نگہبان ہوں۔ مجھے آپ مزید طاقت اور اختیاز دیں تو میں سب کچھ کنٹرول کرلوں گا۔

اس وقت ملک میں خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ گھر گھر سے جنازے اٹھ رہے ہیں آہوں اور سسکیوں کا کربناک موسمِ غم ہے۔ دہشت وخوف کی حکمرانی ہے امن وآشتی اور سکون ملک میں عنقا ہیں۔ لیکن اس کا کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ملک نہیں' گویا ایک شہر ناپُرسان ہے جس میں درندے اور دہشت گرد کھلے پھر رہے ہیں۔ اور خدا کی عبادت میں مصروف لوگوں کو بھون رہے ہیں۔ دوسری طرف معزز اور بے گناہ شہریوں' علماء و دیندار لوگوں کو حکومت دھڑا دھڑ پس دیوارِ زنداں دھکیلے جارہی ہے۔

مٹ جائے گی مخلوق تو انصاف کروگے
منصف ہو تو اب حشر بپا کیوں نہیں دیتے

اس موقع پر حکومت سے تو کوئی بھی اصلاحِ احوال کی توقع اور امید نہیں کی جاسکتی البتہ شیعہ اور سُنی حضرات

کے مقتدر حلقوں سے یہ دردمندانہ گزارش ہے کہ خدارا اس آگ کو بجھانے کی سنجیدہ اور پُر اثر کوشش کریں کہ اس خونی کھیل میں دونوں مسلکوں کا سراسر نقصان ہے بلکہ عالم اسلام جو اس وقت دشمنوں کی یلغار میں ہے اس کی بھی بدنامی اور جگ ہنسائی ہو رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم سب عملی اتحاد و یکجہتی کا مظاہرہ کرکے بیرونی طاقتوں، سازشی عناصر اور دشمنانِ اسلام کا اس نازک موقع پر مل کر مقابلہ کریں۔ تب ہی ہم اسلام اور اپنے مسالک کے ساتھ مخلص ہوں گے۔ ورنہ دہشت گردی کا عفریت اور دشمنانِ اسلام ہم سب کو نگل جائیں گے۔ ورنہ

حادثہ وہ جو ابھی گردشِ افلاک میں ہے
عکس اس کا مرے آئینۂ ادراک میں ہے

حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ کی المناک شہادت

ابھی حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ کا خون خشک بھی نہ ہونے پایا تھا اور نا ہی ابھی درد و غم اور حزن و یاس کی فضا ختم ہوئی تھی کہ ناگہاں ستمگروں نے ایک اور تیر پاکستانی قوم اور امتِ مسلمہ کے مجروح دل میں پیوست کردیا۔ یہ حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ اور مولانا نذیر احمد تونسویؒ کی شہادت تھی۔ حضرت مفتی صاحبؒ جو اس قافلہ حریت اور کاروان شہادت کے اہم اور پرانے رفیق تھے۔ ان کو مرحوم لکھتے ہوئے آج قلم لرز رہا ہے کہ آپ جیسے سراپا عمل پیہم و جہد مسلسل اور اوروں کو زندگی دینے والا آج خود بھی موت کی آغوش میں چلا گیا ہے مولانا جمیل خانؒ ایک شخص کا نام نہیں تھا، بلکہ آپکی ذات میں قدرت نے اتنی صلاحیتیں ودیعت فرمائی تھیں کہ عقل انسانی دنگ اور حیران رہ جاتی ہے۔ آپ ختم نبوت کی تحریک کو پاکستان سے اٹھا کر یورپ اور دنیا بھر کے کونے کونے میں متعارف و فعال کر گئے اور اہل مغرب کی گود میں بیٹھے ہوئے مرزائیوں کی سرگرمیوں کی روک تھام کے لئے آپ نے دنیا بھر میں ان کے سدباب کے لئے فکری دعوتی سیاسی اور ہر پہلو اور ہر زاویہ سے ان کے مقابلہ میں ختم نبوت کی تحریک کو پروان چڑھایا اور رائے عامہ کو ہموار کیا۔ لندن کی عالمی ختم نبوت کی کانفرنسوں کی روح رواں آپ ہی کی ذات تھی۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی ترویج و ترقی کے لئے آپ کی بے مثال خدمات بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ پھر آپ کا سب سے بڑا کارنامہ اقرار روضۃ الاطفال نامی تعلیمی اداروں اور سکولوں کے جال بچھانے کا ہے۔ آپ نے محسوس کیا کہ ملک میں انگلش میڈیم سکولوں اور سیکولرازم کے داعی اداروں اور حکومتی سکولوں میں معمارانِ وطن بچوں کے اذہان کو بری طرح اسلام سے دور رکھنے کی منظم سازش کی جارہی ہے۔ تو آپ نے ابتداً کراچی میں اقراء روضۃ الاطفال کا آغاز کیا جس میں بچوں کو حفظ قرآن کریم کے ساتھ ساتھ عصری علوم و فنون بھی پڑھائے جاتے تھے چونکہ آپ کے ادارے کی بنیاد خلاص وللّٰہیت پر مبنی تھی اس لئے آپ کے ادارے کے بچوں کی تعلیمی قابلیت باقی معاصر تعلیمی اداروں اور سکولوں کے

مقابلہ میں بہت جلد نمایاں ہوگئی۔اور کچھ ہی عرصہ میں پورے ملک میں آپکے ادارے کے سکولوں نے بہت جلد مقبولیت حاصل کرلی۔اور ہزاروں بچے جوق در جوق آپ کے سکولوں میں عصری علوم اور اسلام سے آگاہی حاصل کرنے کیلئے امنڈ آئے۔چونکہ تعلیم کیساتھ ساتھ تربیت اور اخلاق کا درس بھی انکے ادارے کی خصوصیت ہے' دوسری طرف موجودہ تعلیمی اداروں میں اخلاقیات کا شدید فقدان ہے اسی لئے لوگ کشاں کشاں اپنے بچے اقراء روضۃ الاطفال میں داخل کرا رہے ہیں۔اس مادی اور انگریزی تہذیب سے مرعوبیت کے دور میں بلاشبہ یہ بہت بڑا کارنامہ ہے۔

پھر کچھ عرصے سے آپ کی دُور رَس نگاہوں نے محسوس کیا کہ شمالی علاقہ جات خصوصاً گلگت جہاں پر آغا خانی مشنری نے اودھم مچایا ہوا ہے اور تمام سنی بچوں کو اپنے قائم کردہ سکولوں میں گمراہ کرنے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں تو آپ نے وہاں بھی ان کے مقابلے میں ایک بڑا تعلیمی ادارہ کھول لیا اور اس کی فیسیں نہ ہونے کے برابر کردیں تاکہ آغا خانی مشنری کی کوششوں کو ناکام بنایا جاسکے۔

اسی طرح آپ نے کافی عرصہ اقراء کے نام سے ایک بڑا سنجیدہ پہلا اسلامی ڈائجسٹ بھی کامیابی سے عرصہ دراز تک جاری رکھا اس کے علاوہ آپ روزنامہ جنگ سے بھی کافی مدت تک وابستہ رہے اور اپنے قلم سے دین اسلام اور مذہبی قوتوں کو بڑی تقویت پہنچاتے رہے جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کے لئے بھی آپ کی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں آپ نے جامعہ کے لئے ساری زندگی وقف کررکھی تھی اور جامعہ کی ترویج وترقی میں آپ کی خدمات ہمیشہ یادرکھی جائیں گی۔شریعت بل کے لئے اس وقت کی حکومت نے اس کو مشتہر کرنے کے لئے اس پر رائے طلب کی تھی لہٰذا آپ نے کراچی سے لاکھوں افراد سے اس کی تائید میں فارم پُر کرائے تھے۔اور اس کی حمایت میں کئی ٹرک میں بھر کر اسے پارلیمنٹ بھجوایا تھا۔مولانا محمد جمیل خان مرحوم ہر دینی تحریک اور عالم دین کے محافظ پشتیبان اور خادم تھے مثلاً شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ 'حضرت مولانا مفتی احمد الرحمانؒ 'حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئیؒ آپ سب کے معاون خصوصی اور خادم رہے۔خدمت اور عاجزی کا عنصر آپ کی شخصیت کے نمایاں پہلو تھے۔حضرت مولانا مرحوم میرے ماموں ڈاکٹر منیر اقبال صاحب کے ہم زُلف بھی تھے۔اس کے علاوہ دورانِ تعلیم کراچی میں آپ میرے نہایت ہی مہربان اور مشفق سرپرست بھی رہے۔اس وقت سے لے کر تادمِ شہادت آپ نے ہمیشہ اس خاکسار کے ساتھ شفقت ومحبت کا مظاہرہ کیا۔آپ کے ہمراہ جہاد افغانستان کے موقع پر مجھے پہلی بار افغانستان اور جہاد پر جانے کی توفیق بھی نصیب ہوئی۔آج تک دل ودماغ اس مبارک اور روح پرور سفر کی یادوں سے معطر ہیں۔افسوس اس سفر کے سارے رفیق ایک ایک کرکے مجھ سے بچھڑ گئے۔

نہیں بیگانگی اچھی رفیقِ راہ منزل سے
ٹھہر جا اے شرر ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دینی حلقوں‘ ارباب مدارس اور خصوصاً علماء دیوبند کب تک اپنے گوہر ہائے نایاب گنواتے رہیں گے؟ اور کب تک اس طوفان بلاخیز کا مقابلہ کرتے رہیں گے؟ ستمگری اور شقاوت کی بھی آخر ایک حد ہوتی ہے‘ اور صبر و برداشت اور تحمل کی بھی ایک انتہا ہوتی ہے کراچی جو محبِ وطن اور علماءِ حق کا مرکز تھا‘ ایک منظم منصوبے اور ٹارگٹ کلنگ (Target Killing) کے نتیجے میں اکثر و بیشتر علماء کو پے در پے شہید کر کے خالی کر دیا گیا۔ اور آج تک ایک بھی قاتل گرفتار نہیں ہوا۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ صدر مملکت یا دوسرے اہم حکومتی و فوجی عہدیداروں پر حملہ کرنے والے تو چند دن میں گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچ جاتے ہیں لیکن دوسری طرف عوام اور علماء کے قاتل دندناتے پھر رہے ہیں۔ اور انہیں کوئی پوچھنے والا یا ان پر ہاتھ ڈالنے والا نہیں۔ اسی باعث ان خونی درندوں کی خونی پیاس دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ افسوس صد افسوس کہ مقتولوں کے پسماندگان کی آہ و زاریاں اور ہم جیسے ”مرثیہ خوانوں“ اور بے بس صحافیوں کے قلمی نوحے محض صدا بصحرا ثابت ہو رہے ہیں۔ کاش! کہ یہ کبھی نفخ صور حکمرانوں اور ظالموں کیلئے ثابت ہوسکیں۔ آخر میں ادارہ تحریک ختم نبوت اور جامعہ بنوری ٹاؤن کے اساتذہ و مشائخ اور طلبہ کے ساتھ دلی تعزیت کرتا ہے اور راقم ان کے جانشین فرزند برادرم محمد و دیگر صاحبزادگان اور پسماندگان کے ساتھ اس سانحہ میں خود کو برابر کا شریکِ غم سمجھتا ہے۔

اک خونچکاں کفن میں کروڑوں بناؤ ہیں پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی

حضرت مولانا محمد صادقؒ ایک مردِ درویش کی جدائی

جمعیت علماء اسلام کے پرانے رفیق‘ اہم مرکزی رہنما اور دارالعلوم حقانیہ کے انتہائی مخلص خادم اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے عقیدت مند‘ اور عاشق صادق مولانا محمد صادق سرگودھویؒ کا طویل بیماری کے بعد سانحۂ ارتحال پیش آیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ اس گئے گزرے دور میں بھی عقیدت و محبت کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھے۔ آپ پر فالج جیسے موذی مرض نے کچھ عرصہ قبل حملہ کیا تھا جس کی وجہ سے آپ انتہائی کمزور ہو گئے تھے۔ لیکن پھر بھی آپ دارالعلوم حقانیہ اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سے ملاقات کے لئے بیماری کے باوجود یہاں تشریف لائے اور ابھی ۲۹ رجب کو دستار بندی کی تقریب یہاں دارالعلوم میں منعقد ہو رہی تھی تو شدید بیماری کے باوجود آپ نے اس میں شرکت کیلئے بس کا ٹکٹ لے لیا تھا لیکن آنے سے کچھ دیر پہلے آپ پر دوبارہ فالج نے شدید حملہ کیا۔ اور دو تین دن بعد آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ آخر دم تک آپ حقانیہ اور حضرت مولانا مدظلہ کے ساتھ اپنی سیاسی وابستگی اور عقیدت کا اظہار فرماتے رہے۔ حضرت مولانا مدظلہ نے آپ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ قارئین الحق سے ان کے رفع درجات کیلئے خصوصی درخواست ہے۔

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط وترتیب : مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال
جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب الستر على المسلمين
مسلمانوں کی پردہ پوشی کا بیان

حدثنا عبيد بن أسباط القرشي ثنا أبي ' ثنا الاعمش قال حدثت عن أبي صالح عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: من نفس عن مسلم كربة من كُرب الدنيا' نفس الله عنه كربة من كرب يوم القيمة' ومن يسّر على معسر في الدنيا يسر الله عليه في الدنيا و الاخرة. ومن ستر على مسلم في الدنيا ستر الله عليه في الدنيا و الاخرة. والله في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه .... وفي الباب عن ابن عمر و عقبة بن عامر

هذا حديث حسن وقد روى أبو عوانة وغير واحد' هذا الحديث عن الاعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة عن النبي ﷺ نحوه ولم يذكروا فيه حدثت عن أبي صالح

ترجمہ: (امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ) ہمیں عبید بن اسباط قریشی نے حدیث بیان کی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے والد (اسباط) نے اور وہ کہتے ہیں کہ مجھے اعمش نے حدیث بیان کی ہے۔ اعمش کہتے ہیں کہ کہ مجھے ابوصالح سے یہ روایت بیان کی گئی ہے۔ اور ابوصالح نے حضرت ابوہریرہؓ سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ''جس نے کسی مسلمان سے دنیا کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت (تکلیف) دور کردی' تو اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت دور کردے گا۔ اور جس نے دنیا میں کسی تنگدست و نادار کے ساتھ آسانی کردی' تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ دنیا و آخرت دونوں میں آسانی کردے گا۔ جس نے دنیا میں کسی مسلمان

(کے عیوب) پر پردہ ڈالا اللہ تعالیٰ اس پر دنیا و آخرت دونوں میں پردہ ڈالے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد کرتا ہے۔ جب تک کہ یہ بندہ اپنے بھائی مسلمان کی مدد میں لگا ہوا ہوتا ہے۔

اس باب میں حضرت (عبداللہ) ابن عمر اور عقبۃ بن عامرؓ سے روایات آئی ہیں ۔ یہ حدیث حسن ہے اور یقیناً ابو عوانہ اور بہت سے محدثین نے یہ حدیث اس طرح روایت کی ہے" عن الاعمش عن أبی صالح عن ابی هریرہ عن النبی ﷺ الخ۔ اور انہوں نے اس میں" حدثت عن أبی صالح" کا ذکر نہیں کیا ہے۔

مختلف روایات میں تطبیق:

امام ترمذیؒ نے پہلے اس حدیث کی جو سند ذکر کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں۔ قال حدثت عن أبی صالح" یعنی اعمش کہتا ہے کہ مجھے یہ حدیث ابوصالح سے روایت کی گئی ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اعمش نے اس حدیث کو حضرت ابوصالح سے خود نہیں سنا بلکہ اعمش اور ابوصالح کے درمیان کوئی واسطہ موجود ہے لیکن اعمش نے اس واسطہ کا ذکر نہیں کیا ہے کہ وہ کون ہے۔

پھر آخر میں امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ ابوعوانہ اور بعض دیگر روایان حدیث نے بعینہ یہی حدیث اس طرح روایت کی ہے عن الاعمش عن أبی صالح عن أبی هریرة عن النبی ﷺ الخ۔ یعنی ابوعوانہ اور کئی دوسروں نے سند اس طرح ذکر کی ہے کہ اعمش نے براہ راست بلاواسطہ اس حدیث کو ابوصالح سے نقل کیا ہے۔ اور ان کی روایت میں" حدثت عن أبی صالح" کا ذکر نہیں۔ جس سے ان دونوں کے درمیان واسطہ معلوم ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ عبید ابن اسباط قریشی نے اپنے باپ سے جس سند کے ساتھ یہ حدیث نقل کی ہے اس سند میں اعمش نے ابوصالح سے نامعلوم واسطہ کے ساتھ روایت کی ہے۔ اور ابوعوانہ وغیرہ نے جو سند ذکر کی ہے اس میں اعمش نے یہی حدیث بلاواسطہ ابوصالح سے نقل کی ہے۔ ان دونوں طرق میں وجہ تطبیق کیا ہے؟

پس ان دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ پہلے اعمش نے ابوصالح سے واسطہ کے ساتھ سن لیا تھا اور اس طرح انہوں نے اس کی روایت بھی کی ہے۔ جیسا کہ عبید بن اسباط قرشی والی سند میں ہے۔ اور پھر اس کے بعد اعمش کی ملاقات ابوصالح کے ساتھ ہوئی اور بلاواسطہ خود ان سے یہ روایت سن لی۔ اور پھر سننے کے بعد انہوں نے جس کو یہ روایت بیان کی ہے۔ اس میں واسطہ کا ذکر نہیں کیا بلکہ بلاواسطہ نقل کیا ہے۔

حدیث باب میں اخوت و ہمدردی کا درس:

اس حدیث کے لئے باب تو اگرچہ ستر پوشی کا باندھا گیا ہے لیکن اس میں مسلمان کی ستر پوشی اور اس پر پردہ ڈالنے کی فضیلت واہمیت کے ساتھ ساتھ مسلمان کے ساتھ ہمدردی مصیبت میں اس کے کام آنے اور اس کی محتاجی کی

حالت میں اس کی مدد کرنے کی اہمیت وفضیلت کو بھی اجاگر کر دیا گیا ہے۔

اس حدیث میں یہ درس دیا گیا ہے کہ مسلمان کے ساتھ جس نے کسی بھی قسم کا احسان کیا' اللہ تعالیٰ اس کو اس ہی قسم سے اس احسان کا بدلہ عطا فرما دیتا ہے۔ مثلاً جب کوئی مسلمان کسی مصیبت میں گرفتار ہو اور دوسرا مسلمان اس کی مدد کر کے اس مصیبت کو اس سے رفع کرے' تو اس مسلمان سے اس دنیوی مصیبت کو دور کرنے کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کی سخت اور ہولناک مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور فرماوے گا۔

اور جس نے کسی تنگ دست اور نادار مسلمان پر آسانی کر دی مثلاً وہ تنگدستی کی وجہ سے اپنے اور اپنے بچوں کے نان' نفقہ کا محتاج تھا اور اس نے اس پر صدقہ کر کے ان کے نفقہ کا انتظام کیا اور یا اس نادار مسلمان پر اس کا کچھ قرضہ تھا' اور وہ فقیری کی وجہ سے اس کو ادا نہ کر سکتا تھا تو اس نے اس کی مہلت بڑھا کر اس کی مالداری تک اس سے مطالبہ کرنا چھوڑ دیا یا اس کو وہ قرضہ معاف کر کے اس کو بری قرار دیا یا دوسرے کسی طریقے سے اس پر آسانی کر دی تو اللہ تعالیٰ اس پر دنیا و آخرت دونوں میں آسانی فرماوے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کا پردہ رکھے اور اس کے کسی عیب کو چھپا کر اسے رسوائی سے بچائے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کا پردہ رکھے گا' اس کے عیوب چھپائے گا اور دنیا و آخرت دونوں کی رسوائی سے اسے محفوظ رکھے گا۔ اور بعض روایات میں یہ مضمون بھی ذکر ہے کہ جو شخص مومن کا پردہ فاش کرنے میں لگ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کا پردہ فاش کرنے لگ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھا ہوا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کو شرمندہ کرے گا۔ اور جب تک کوئی بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرنے میں مصروف رہتا ہے' تب تک اللہ تعالیٰ بھی اس (مدد کرنے والے) کی مدد کرتا ہے' یعنی اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ مدد کرنا' اپنے لئے اللہ تعالیٰ کی مدد کو دعوت دینا ہے۔ پس اس فرمان نبوی پر پختہ یقین کا تقاضا تو یہ ہے کہ جب کسی مسلمان کو کوئی مشکل پیش آئے اور وہ یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس مشکل میں میری مدد فرماوے تو اسے چاہیے کہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ان کی مشکلات میں تعاون کرے تو اس طریقے سے اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے ساتھ ہوگی' اور اللہ تعالیٰ اپنی مدد سے اس کا مشکل حل فرماوے گا۔

دیکھئے ایک مومن بندہ کی اللہ کے ہاں کتنی قدر ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو کتنا پیارا ہے۔ اس سے تکلیف دور کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری تکلیف دور کر دیں گے۔ اس سے آسانی کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کر دے گا۔ اس کا پردہ رکھو تو اللہ تعالیٰ تمہارا پردہ رکھے گا۔ اور اس کی مدد کرو' تو اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے لئے آ پہنچتی ہے۔

لیکن کاش کہ آج کل کے مسلمان اپنے مذہب کی تعلیم سے غافل ہیں۔ معمولی دنیوی لالچ کی وجہ سے ایک مسلمان دوسرے کے خون کا پیاسا ہوتا ہے۔ اس کے لئے رکاوٹیں پیدا کرتا ہے۔ اس کی بے عزتی کرتا ہے' اور اس کی تکلیف اور مصیبت کے وقت اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے۔ جس معاشرے میں مسلمان ایک دوسرے سے بیزار ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے گر جاتے ہیں' اور بے اتفاقی وافتراق وانتشار کے عذاب میں مبتلا ہو کر ذلیل و

خوار ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کے آج کل کی پستی کا سب سے بڑا سبب یہی افتراق وانتشار ہے۔

تنبیہ:

امام ترمذیؒ نے ابواب الحدود میں ''باب الستر عن المسلم'' باب قائم کر کے مندرجہ بالا حدیث کو وہاں ذکر کیا ہے۔ اور پھر یہاں بھی باب الستر علی المسلمین قائم کر کے اس حدیث کو لایا ہے۔ جو کہ تکرار ہے۔ (تحفۃ الاحوذی)

باب ماجاء فی الذب عن المسلم

مسلمان کے دفاع کرنے کا بیان

حدثنا احمد بن محمد ثنا عبدالله عن أبی بکر النهشلی عن مرزوق أبی بکر التیمی عن ام الدرداء عن أبی الدرداء عن النبی ﷺ قال: من ردّ عن عرض أخیه رد الله عن وجهه النار یوم القیٰمة ...... وفی الباب عن اسماء بنت یزید۔ هذا حدیث حسن۔

ترجمہ: حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جس نے اپنے بھائی کی آبرو وعزت سے دفاع کیا۔ (یعنی اس کی غیبت کو روک دیا اور اس کی عزت کو بچالیا) تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرے سے قیامت کے دن جہنم کی آگ کو دفع کرے گا۔

اس باب میں حضرت اسماء بنت یزید سے بھی روایت ہوئی ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔

اس حدیث میں مسلمان کی عزت وآبرو کے بچانے کا بڑا ثواب مذکور ہے۔ یعنی جہنم کی آگ سے نجات ملنا' اور بنص قرآن کریم یہ سب سے بڑی کامیابی ہے۔ فمن زحزح عن النار وأدخل الجنة فقد فساز۔ (الآیۃ) ترجمہ: پس جو شخص جہنم کی آگ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا تو یقیناً وہ کامیاب ہوگا اور اپنے مسلمان بھائی کی عزت بچانے سے یہ عظیم کامیابی مل سکتی ہے۔

من رد عن عرض اخیه:

یعنی جس نے اپنے بھائی مسلمان کی عزت وآبرو سے دفاع کیا' اس سے مراد غیبت کو روکنا ہے' مثلاً کسی مجلس میں ایک مسلمان کی غیبت ہو رہی تھی' اور دوسرے مسلمان نے اس کی غیبت کو روک کر اس کی عزت بچالی تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو جہنم کی آگ سے بچالے گا۔

رد الله عن وجهه النار يوم القيامة:

چہرے کو آگ سے بچانا' کنایہ ہے اس کی ذات کو بچانے سے' یعنی اس بندے کو اللہ تعالیٰ جہنم کے عذاب سے بچالے گا۔لیکن ذات سے تعبیر چہرے کے ساتھ ہوا' کیونکہ چہرے کو عذاب دینا زیادہ دردناک اور رسوا کن ہوتا ہے۔اس وجہ سے چہرے کا ذکر ہوا۔

وفي الباب عن اسماء بنت يزيد:

اسماء بنت یزید کی روایت کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہے۔اور اس روایت سے بھی اس کی تائید ہوئی ہے کہ حدیث مذکور فی الباب میں' مسلمان کی عزت کے بچانے سے مراد اس کی غیبت کو روکنا ہے۔ چنانچہ اسماء بنت یزید روایت کرتی ہیں : قالت قال رسول الله ﷺ من ذب عن لحم اخيه بالغيبة كان حقا على الله ان يعتقه من النار. (مشکوٰۃ عن البیہقی)

ترجمہ: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مسلمان کے گوشت کو غیبت کے ساتھ کھانے سے منع کیا تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کو جہنم کی آگ سے آزاد کردے۔

هذا حديث حسن :

یہ حدیث حسن ہے اور اس کو احمد' ابن ابی الدنیا وغیرہ نے بھی روایت کی ہے۔اور اسکے الفاظ یہ ہیں:

"من ذب عن اخيه رد الله عنه عذاب النار يوم القيامة و تلا رسول الله ﷺ: وكان حقاً علينا نصر المؤمنين"

ترجمہ: یعنی جس نے اپنے مسلمان بھائی کی عزت وآبرو سے دفاع کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن جہنم کی آگ کو دور کردے گا۔اور پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وكان حقا علينا نصر المؤمنين۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومنوں کی مدد کرنا ہم پر حق ہے۔

باب ماجاء في كراهية الهجرة

مؤمن کے ساتھ سلام وکلام چھوڑنے کے ممنوع ہونے کا بیان

حدثنا ابن أبي عمر ثنا سفيان ثنا الزهري ثنا سعيد بن عبدالرحمن و ثنا سفيان عن الزهري عن عطاء بن يزيد الليثي عن ابي ايوب الانصاري ان رسول الله ﷺ قال: لايحل للمسلم أن يهجر اخاه فوق ثلاث'

یلتقیان فیصد هذا ویصد هذا، وخیرهما الذی یبدأ بالسلام" وفی اللباب عن عبدالله بن مسعود وانس وابی هریره وهشام بن عامر وابی هند الداری۔

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ تین دن سے زیادہ ھجر ان (ترک سلام وکلام) کرے کہ جب ایک دوسرے کے سامنے آجاتے ہیں تو یہ بھی منہ پھیر لیتا ہے اور وہ بھی منہ پھیر لیتا ہے اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو کہ سلام میں پہل کرے۔ اور اس باب میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت انسؓ حضرت ابوھریرۃؓ ھشام بن عامر اور ابوھند الداری (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) سے بھی روایات آئی ہیں۔

لایحل للمسلم ان یهجر الخ:

یہاں ہجرت سے مراد وطن چھوڑنا نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ ملاقات ہونے کے باوجود سلام کلام ترک کرے اور ہر ایک دوسرے سے ملنے کے وقت منہ پھیرے۔

فوق ثلاث:

تین دن سے زیادہ رنجش کی وجہ سے سلام کلام چھوڑنا جائز نہیں ہے اور تین دن تک رخصت ہے، کیونکہ شریعت مقدسہ نے اگر چہ غصہ اور بغض وحسد پر پابندی عائد کی ہے، لیکن انسان کی طبیعت وجبلت اس طرح ہوئی ہے کہ اس میں غصہ اور بغض وغیرہ موجود ہے۔ پس گویا شریعت مقدسہ نے انسان کے اس فطری اور طبعی تقاضوں کا بھی کچھ لحاظ رکھا کہ اگر کسی مسلمان کا اپنے بھائی کے ساتھ کسی وجہ سے تلخ کلامی اور جنگ وجدل وغیرہ واقع ہو جائے اور اس وجہ سے ان کا ایک دوسرے پر غصہ اور ایک دوسرے سے نفرت پیدا ہو جائے۔ اور پھر ایک دوسرے سے بات کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ تو اس حالت میں اگر وہ زیادہ سے زیادہ تین دن تک رہے تو ان کو مجرم اور گنہگار قرار نہیں دیا جاتا ہے۔ گویا تین دن کی مدت تک اظہار لاتعلقی کو انسان کی فطری اور طبعی مجبوری قرار دے کر معاف کیا گیا، لیکن اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہے۔ ان تین دن کے اندر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے بھائی کے ساتھ غصہ فرو کرے اور نفرت کو ختم کرے، اس کے بعد اگر وہ ایک دوسرے سے مل جانے کے وقت اعراض کرے اور منہ پھیرے گا تو گنہگار ہوں گے۔

وخیرهما الذی یبدأ بالسلام:

اور ان دونوں میں بہتر وہ آدمی ہے، جو کہ سلام میں پہل کرے یعنی ملنے کے وقت جو پہلے، السلام علیکم، کہے وہ ان دونوں میں بہتر آدمی ہے۔ اس میں ترغیب ہے کہ ہر ایک کو چاہیے کو وہ سلام میں پہل کر کے لاتعلقی کو ختم کر دے۔

ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی *

ترجمان القرآن میں جمال فطرت کا مطالعہ

اللہ تعالیٰ اس کائنات کا نور اور حسن ہے اس نے اپنے نور وحسن کے اظہار کے لئے خوبصورت کائنات بنائی اور اس کے تعارف کے لئے قرآن کی شکل میں خوبصورت صحیفہ ہدایت بھیجا، پھر انسانوں کو دعوت دی کہ وہ ایک طرف جمال کائنات کا مشاہدہ کریں، دوسری طرف قرآن کا مطالعہ کریں اور اس کے منطقی نتیجہ تک پہونچنے کی کوشش کریں، یعنی آثار کو دیکھیں اور صانع کی عظمت کا اعتراف کریں، تخلیق کو دیکھیں اور خالق کی رفعتوں کا اندازہ لگائیں اور مشاہدۂ فطرت کے اس سفر میں قرآن کو اپنا رہنما اور قائد بنائیں، اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت کو اپنی طاقت کے بل پر نہیں منواتا بلکہ اپنی تخلیق اور صناعی کے حوالہ سے اپنی خلاقیت کا کلمہ پڑھواتا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء۔۱۹۵۸ء) نے قرآن کریم کی ترجمانی کرتے ہوئے ان تمام مقامات کا نہایت باریک، شگفتگی اور والہانہ انداز سے مطالعہ کیا ہے، جہاں اللہ تعالیٰ نے جمال فطرت، حسن کائنات اور کرشمہ تخلیق کا اظہار یا اشارہ کیا ہے، پھر ان سارے بیانات کو اس خوبصورت انداز سے باہم مربوط کیا ہے کہ پورا قرآن فطرت کا حسین گلدستہ نظر آنے لگتا ہے، جہاں جمالِ فطرت کا اجمالی ذکر ہے، وہاں مولانا آزاد کا قلم اس کی تفصیل اس طرح بیان کرتا ہے جیسے شبنم کے قطرے کلی کا منہ کھول کر اسے پھول بنا دیتے ہیں اور جہاں جہاں قرآن میں حسن فطرت کے مظاہر کی تفصیل اور اس کے مطالعہ کی دعوت ہے ان مقامات کو مولانا آزاد ایک مصور کی آنکھ سے دیکھتے اور شاعر کی زبان سے بیان کرتے ہیں، ایسے مقامات پر مولانا آزاد کا رہوارِ قلم اپنی جولانیاں دکھاتا اور قاری کو مسحور کر لیتا ہے۔

مولانا آزاد کی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے نہ صرف قرآن کے مقاماتِ جمال کو جذب وکیف کے ساتھ لکھا ہے، بلکہ وہ مذاہب کے ماننے والوں اور حکماء وفلاسفہ کے یہاں اس حسن کے مظاہر کو دیکھنے، سمجھنے اور ان کے اطلاق کی تعیین میں جو لغزشیں ہوئی ہیں ان کو بھی درست کرتے چلے جاتے ہیں، اور حسنِ فطرت بے نقاب و بے غبار ہو کر قاری کے سامنے آجاتا ہے۔

اردو تفسیروں کے ذخیرہ میں شاید ہی کوئی ایسی تفسیر ہو جس میں قرآن کے جمالیاتی مطالعہ پر اتنی توجہ دی گئی ہو

---

* ناظم دینیات (سنی) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، انڈیا

جتنی کہ ترجمان القرآن میں نظر آتی ہے' یہی وجہ ہے کہ جب قاری ان مقامات کو پڑھتا ہے تو اسے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کائنات کی پوری دلکشی' خوبصورتی اور رعنائی قرآنی آیات کے آئینہ پر جھلک رہی ہے اور وہ ایک خوبصورت ترین منظر نامہ میں اپنے خدا سے ہم کلام ہے اور اس کا دل بار بار پکارتا ہے فتبارک اللہ احسن الخالقین بقول علامہ اقبال:

حسن آئینہ حق اور دل آئینہ حسن   دل انسان کو ترا حسن کلام آئینہ

ترجمان القرآن کے یہ مقامات روح قرآن اور حسن قدرت کا عاشقانہ اظہار بھی ہیں اور اردو زبان وادب کا شاہکار بھی۔ جب فکر کی پاکیزگی فن کی خوبصورتی میں ڈھلتی ہے تو ادب عالیہ نمود پاتا ہے اور اسکی زندہ مثال مولانا آزاد کے یہ مباحث ہیں جو قرآنی جمالیات کی نقاب کشائی کرتے ہیں' مولانا آزاد نے جمال فطرت کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے۔

''فطرت کے افادہ وفیضان کی سب سے بڑی بخشائش اس کا عالمگیر حسن وجمال ہے' فطرت صرف بناتی اور سنوارتی ہی نہیں' بلکہ اس طرح بناتی اور سنوارتی ہے اس کے ہر بناؤ میں حسن وزیبائش کا جلوہ اور اس کے ہر ظہور میں نظر افروزی کی نمود پیدا ہوگئی ہے' کائناتِ ہستی کو اس کی مجموعی حیثیت میں دیکھو یا اس کے ایک ایک گوشہ خلقت پر نظر ڈالو' اس کا کوئی رخ نہیں جس پر حسن ورعنائی نے ایک نقاب زیبائش نہ ڈال دی ہو' ستاروں کا نظام اور ان کی سیر وگردش' سورج کی روشنی اور اس کی بوقلمونی' چاند کی گردش اور اس کا اتار چڑھاؤ' فضاء آسمانی کی وسعت اور اس کی نیرنگیاں' بارش کا سماں اور اس کے تغیرات' سمندر کا منظر اور دریاؤں کی روانی' پہاڑوں کی بلندیاں اور وادیوں کا نشیب' حیوانات کے اجسام اور ان کا تنوع' نباتات کی صورت آرائیاں اور باغ وچمن کی رعنائیاں' پھولوں کی عطر بیزی اور پرندوں کی نغمہ سنجی' صبح کا چہرۂ خنداں اور شام کا جلوۂ محبوب غرض یہ کہ تمام تماشا گاہِ ہستی حسن کی نمائش اور نظر افروزی کی جلوہ گاہ ہے' اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس پردہ ہستی کے پیچھے حسن افروزی وجلوہ آرائی کی کوئی قوت کام کر رہی ہے جو چاہتی ہے کہ جو کچھ بھی ظہور میں آئے حسن وزیبائش کے ساتھ ظہور میں آئے اور کارخانہ ہستی کا ہر گوشہ نگاہ کے لئے بہشت راحت وسکون بن جائے۔

دراصل کائنات ہستی کا مایہ خمیر ہی حسن وزیبائی ہے' فطرت نے جس طرح اس کے بناؤ کے لئے مادی عناصر پیدا کئے۔ اسی طرح اس کی خوب روئی اور رعنائی کے لئے معنوی عناصر کا بھی رنگ وروغن آراستہ کردیا ہے۔ روشنی' رنگ' خوشبودار اور نغمہ حسن ورعنائی کے وہ اجزاء ہیں جن سے مشاطہ' فطرت چہرۂ وجود کی آرائش کر رہی ہے۔

مشاطہ را بگو کہ بر اسبابِ حسن بار
چیزے فزوکند کہ تماشا بمارسد[1]

مولانا آزاد سورہ حجر کی آیت نمبر ۱۶ ولقد جعلنا فی السمآ بروجا وزینھا للنظرین کی تفسیر میں لکھتے ہیں

''یہ مقام بھی من جملہ ان مقامات کے ہے جہاں قرآن نے جمال فطرت سے استدلال کیا ہے' یعنی اس بات سے استدلال کیا ہے کہ کائنات ہستی کے تمام مظاہر اس طرح واقع ہوئے ہیں کہ ان میں حسن و جمال کی کیفیت بپا ہوئی ہے اور یہ اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ رحمت و فیضان کا کوئی ارادہ یہاں ضرور کام کر رہا ہے جو چاہتا ہے کہ جو کچھ بنے حسن و خوبی کے ساتھ بنے اور اس میں روحوں کے لئے سرور اور نگاہوں کے لئے عیش و نشاط ہو۔

اگر ایک صاحبِ رحمت ہستی کی یہ کارفرمائی نہیں ہے تو پھر کس کی ہے؟ نہیں تمہاری فطرت کہہ رہی ہے کہ یہ سب کچھ کسی ایسی کی کاریگری ہے جو حسن و جمال ہے اور جس نے چاہا ہے کہ حسن و جمال کا فیضان ہو۔

یہاں فرمایا کہ آسمان کو دیکھو: عربی میں ''سماء'' کے معنی بلندی کے ہیں۔ مکان کے لئے اس کی چھت اس کی ''سماء'' ہوتی ہے۔ پس یہ جو بلندی تمہیں نظر آ رہی ہے کس طرح دیکھنے والوں کے لئے حسین و جمیل بنا دی گئی ہے! چاندی راتوں میں چاند کی شب افروزیاں دیکھو' اندھیری راتوں میں ستاروں کی جلوہ ریزیوں کا نظارہ کرو' صبح جب اپنی ساری دلفریبیوں کے ساتھ آتی ہے' شام جب اپنی ساری رعنائیوں کے ساتھ چھپتی ہے' گرمیوں میں صاف وشفاف آسمان کا نکھرنا' بارش میں بادلوں کا ہر طرف سے امنڈنا' شفق کی لالہ گونی' قوسِ قزح کی بوقلمونی' سورج کی ذرہ فشانی' غرض کہ آسمان کا کون سا منظر ہے جس میں نگاہوں کیلئے زینت نہیں؟ جس میں دلوں کے لئے راحت و سکون نہیں۔ (۲)

مولانا آزاد نے آیت جمال کی ترجمانی کرتے وقت دوسری مماثل آیات کو بھی پیش نظر رکھا ہے اور ان تمام آیات کے تناظر میں' حسن فطرت کی جو دلکش تصویر ابھرتی ہے اس کی ایک جھلک دکھا کر یہ احساس دلایا ہے کہ قدرت کی کرشمہ سازیاں انسان کے لئے تسکین ذوقِ جمال' درسِ عبرت اور روحانی سعادت کے لئے بیش قیمت سرمایہ فراہم کرتی ہیں' وہ کہتے ہیں: ''اسی طرح ان مقامات کا مطالعہ کرو جہاں خصوصیت کے ساتھ جمالِ فطرت سے استدلال کیا ہے۔

افلم ینظروا الی السمآء فوقھم کیف بنینٰھا و زینھا ومالھا من فروج ○ والارض مددنٰھا والقینا فیھا رواسی وانبتنا فیھا من کل زوج بھیج ○ تبصرۃً وذکری لکل عبد منیب ○ (ق۔۶۔۸) ''کیا کبھی ان لوگوں نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا نہیں کہ کس طرح ہم نے اسے بنایا ہے اور کس طرح اس کے منظر میں خوشنمائی پیدا کر دی ہے اور پھر یہ کہ کہیں بھی اس میں شگاف نہیں اور اسی طرح زمین کو دیکھو؟ کس طرح ہم نے اسے فرش کی طرح پھیلایا اور پہاڑوں کے لنگر ڈال دیئے اور پھر کس طرح قسم قسم کی خوبصورت نباتات اگا دیں' پھر اس بندے کے لئے جو حق کی طرف رجوع کرنے والا ہے اس میں غور کرنے کی بات اور نصیحت کی روشنی ہے) ولقد جعلنا فی السماء بروجا وزینھا للنظرین (الحجر۔۱۶) ''اور دیکھو!) ہم نے آسمان سے ستاروں کی گردش کے لئے برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لئے ان میں خوشنمائی پیدا کر دی) ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح (الملک:۵) ''اور دیکھو! ہم نے دنیا کے آسمان (یعنی

کرہ ارضی کی فضا) کو ستاروں کی قندیلوں سے خوش منظر بنا دیا'' ولکم فیھا جمال حین تریحون و حین تسرحون (النحل:۶) ''اور دیکھو! تمہارے چار پایوں کے منظر میں جب شام کے وقت چراگاہ سے واپس لاتے ہو اور جب صبح لے جاتے ہو ایک طرح کا حسن اور نظر افروزی ہے۔ (۳)

مولانا آزاد اس بات پر زور دیتے ہیں کہ حسن فطرت کے مظاہر کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھو ہی نہیں' بلکہ اس کی قدر کرو' قدرت کے اس خوبصورت عطیہ پر شکر بجالاؤ' یہ نعمتیں فراوانی اور آسانی کے ساتھ تم کو دی گئی ہیں تو ان کی عظمت کے احساس سے غفلت نہ برتو۔ اگر یہ تم سے چھین لی جائیں تو تمہاری زندگی تاریک راہوں میں بھٹک کر رہ جائے گی اور تم خود اپنی زندگی سے بیزار ہو جاؤ گے۔

اس ضمن میں مولانا آزاد نے سورۂ لقمان کی حسب ذیل آیت سے استشہاد کیا ہے۔

الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض واسبغ علیکم نعمہ ظاھرۃ وباطنۃ ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولاھدی ولا کتب منیر ○ ''کیا تم نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے' وہ سب تمہارے لئے خدا نے مسخر کر دیا ہے اور اپنی تمام نعمتیں ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی پوری کر دی ہیں۔ انسانوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں بغیر اسکے کہ انکے پاس کوئی علم ہو یا ہدایت ہو یا کوئی کتابِ روشن۔''

مولانا آزاد فیضان قدرت کی شکر گزاری کا احساس دلانے کے لئے مختلف جغرافیائی اور کائناتی مظاہر کو پیش کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

''انسانی طبیعت کی یہ عالمگیر کمزوری ہے کہ جب تک وہ ایک نعمت سے محروم نہیں ہو جاتا' اس کی قدر و قیمت کا ٹھیک اندازہ نہیں کر سکتا' تم گنگا کے کنارے بستے ہو' اس لئے تمہارے نزدیک زندگی کی سب سے زیادہ بے قدر چیز پانی ہے' لیکن اگر یہ پانی چوبیس گھنٹے تک میسر نہ آئے تو تمہیں معلوم ہو جائے اس کی قدر و قیمت کا کیا حال ہے' یہی حال فطرت کے فیضان جمال کا بھی ہے۔ اس کے عام اور بے پردہ جلوے شب و روز تمہاری نگاہوں کے سامنے سے گزرتے رہتے ہیں' اس لئے تمہیں ان کی قدر و قیمت محسوس نہیں ہوتی' صبح اپنی ساری جلوہ آرائیوں کے ساتھ روز آتی ہے۔ اس لئے تم بستر سے سر اٹھانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ چاندنی اپنی ساری حسن افروزیوں کے ساتھ ہمیشہ نکھرتی رہتی ہے' اس لئے تم کھڑکیاں بند کر کے سو جاتے ہو' لیکن جب یہی شب و روز کے جلوہ ہائے فطرت تمہاری نظروں سے روپوش ہو جاتے ہیں' یا تم میں ان کے نظارے و سماع کی استعداد باقی نہیں رہتی تو غور کرو اس وقت تمہارے احساسات کا کیا حال ہوتا ہے؟ کیا تم محسوس نہیں کرتے کہ ان میں سے ہر چیز زندگی کی ایک بے بہا برکت اور معیشت کی ایک عظیم الشان نعمت تھی؟ سرد ملکوں کے باشندوں سے پوچھو جہاں سال کا بڑا حصہ ابر آلود گزرتا ہے' کیا سورج کی

کرنوں سے بڑھ کر بھی زندگی کی کوئی مسرت ہوسکتی ہے؟ ایک بیمار سے پوچھو جو نقل وحرکت سے محروم بستر مرض پر پڑا ہے وہ بتائے گا کہ آسمان کی صاف اور نیلگوں فضا کا ایک نظارہ راحت وسکون کی کتنی بڑی دولت ہے۔ایک اندھا جو کہ پیدائشی اندھا نہ تھا، تمہیں بتا سکتا ہے کہ سورج کی روشنی اور باغ و بہار دیکھے بغیر زندگی بسر کرنا کیسی ناقابلِ برداشت مصیبت ہے۔ (۴)

زندگی کی مصنوعی مسرتوں اور خودساختہ سامانِ تعیش پر انسان جان دیتا ہے، وہ دولت کے انبار اور جاہ واقتدار میں مسرت تلاش کرتا ہے۔ وہ قدرت کے فطری عطیات سے صرفِ نظر کرلیتا ہے۔ مولانا آزاد نے سکون ومسرت کے حقیقی سرچشمہ اور عمومی فیضان سے فیض یاب ہونے پر زور دیتے ہوئے کہا ہے:

''جس دنیا میں سورج ہر روز چمکتا ہو، جس دنیا میں صبح ہر روز مسکراتی اور شام ہر روز پردۂ شب میں چھپ جاتی ہو، جس کی راتیں آسمان کی قندیلوں سے مزین اور جس کی چاندنی حسن افروزیوں سے جہاں تاب رہتی ہو، جس کی بہار سبزہ گل سے لدی ہوئی اور جس کی فصلیں لہلہاتے ہوئے کھیتوں سے گراں بار ہوں، جس دنیا میں روشنی اپنی چمک، رنگ اپنی بوقلمونی، خوشبو اپنی عطر بیزی اور موسیقی اپنا نغمہ وآہنگ رکھتی ہو، کیا اس دنیا کا کوئی باشندہ آسائش حیات سے محروم اور نعمت معیشت سے مفلس ہوسکتا ہے؟ کیا کسی آنکھ کے لئے جو دیکھ سکتی ہو اور کسی دماغ کے لئے جو محسوس کرسکتا ہو، ایک ایسی دنیا میں نامرادی و بدبختی کا گلہ جائز ہے؟ قرآن نے جابجا انسان کو اس کے اسی کفرانِ نعمت پر توجہ دلائی ہے۔

واتکم من کل ماسالتموہ وان تعدو انعمت الله لا تحصوھا ان الانسان لظلوم کفارہ (ابراہیم:۳۴) ''اور اس نے تمہیں وہ تمام چیزیں دے دیں جو تمہیں مطلوب تھیں اور اگر اللہ کی نعمتیں شمار کرنی چاہو تو وہ اتنی ہیں کہ کبھی شمار نہیں کرسکو گے، بلاشبہ انسان بڑا ہی ناانصاف بڑا ہی ناشکرا ہے''(۵)

ان عبارتوں میں سلاست وروانی، حسنِ بیان اور بلاغت کے علاوہ حسنِ مدعا کو قاری کے ذہن میں اتار دینے کی جو زبردست قوت ہے وہ اپنی آپ مثال ہے، انسان کو خوابِ غفلت سے جگانے اور حسنِ فطرت کا احساس اور اعتراف کرنے اور اس سے اپنی زندگی کو باغ و بہار بنانے کی زبردست دعوت موجود ہے، مولانا آزاد نے ایک دوسری جگہ اس کی مزید وضاحت اس طرح کی ہے:

''ایک لمحہ کے لئے تصور کرو کہ دنیا موجود ہے، مگر حسن وزیبائی کے تمام جلوؤں اور احساسات سے خالی ہے، آسمان ہے مگر فضا کی یہ نگاہ پروری نہیں ہے، ستارے ہیں مگر ان کی درخشندگی وجہاں تابی کی یہ جلوہ آرائی نہیں ہے، درخت ہیں مگر بغیر سبزی کے، پھول ہیں مگر بغیر رنگ وبو کے، اشیاء کا اعتدال، اجسام کا تناسب، صداؤں کا ترنم، روشنی ورنگ کی بوقلمونی، ان میں سے کوئی چیز بھی وجود نہیں رکھتی۔ یا یوں کہا جائے کہ ہم میں ان کا احساس نہیں ہے۔ غور کرو! ایک ایسی دنیا کے ساتھ زندگی کا تصور کیسا بھیانک اور ہولناک منظر پیش کرتا ہے؟ ایسی زندگی جس میں نہ تو حسن کا احساس ہو

نہ حسن کی جلوہ آرائی' نہ نگاہ کیلئے سرور ہو نہ سامعہ کیلئے حلاوت' نہ جذبات کی رقت ہو نہ محسوسات کی لطافت' یقیناً عذاب جاں کی ہی ایسی حالت ہوتی جس کا تصور بھی ہمارے لئے نا قابل برداشت ہے۔

لیکن جس قدرت نے ہمیں زندگی دی' اس نے یہ بھی ضروری سمجھا کہ زندگی کی سب سے بڑی نعمت' یعنی حسن و زیبائی کی بخشش سے بھی مالا مال کر دے' اس نے ایک ہاتھ سے ہمیں حسن کا احساس دیا' دوسرے ہاتھ سے تمام دنیا کو جلوہ حسن بنا دیا۔ (۶)

مناظرِ قدرت اور مظاہر فطرت میں بوقلمونی' نیرنگی اور اختلاف نظر آتا ہے' یہ سب حسن کائنات کی توسیع و تنوع اور تکمیل کے لئے ہے' قرآن میں جابجا اس پر روشنی ڈالی گئی ہے' مولانا ابوالکلام آزاد نے اس حکمت اختلاف کی اس طرح توجیہہ کی ہے: ''انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ یکسانی سے اکتاتی ہے اور تبدیلی و تنوع میں خوشگواری و کیفیت محسوس کرتی ہے' پس اگر کائنات ہستی میں محض یکسانی و یک رنگی ہی ہوتی تو یہ دلچسپی اور خوشگواری پیدا نہ ہو سکتی جو اس کے ہر گوشہ میں ہمیں نظر آ رہی ہے' اوقات کا اختلاف' موسموں کا اختلاف' خشکی و تری کا اختلاف' مناظرِ طبیعت اور اشیاء خلقت کا اختلاف جہاں بے شمار مصلحتیں اور فوائد رکھتا ہے وہاں ایک بڑی مصلحت دنیا کی زیب و زینت اور معیشت کی تسکین و راحت بھی ہے۔

گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینت چمن　　　اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف (۷)

مولانا آزاد نے مظاہر فطرت کے اختلاف کو ایک دوسرے پہلو سے حسنِ قدرت کا حصہ بتایا ہے وہ سوال کرتے ہیں کہ بلبل و قمری کی نغمہ سنجیوں کیساتھ زاغ و زغن کا شور و غوغا کیوں ہے؟ پھر انہوں نے اس کا جواب موسیقی کے زیر و بم اور اتار چڑھاؤ سے دیا ہے' جن سے ہلکے سر بھی نکلتے ہیں اور موٹی اور بلند صدائیں بھی' پھر ان تمام سروں کے ملنے سے موسیقی کی حلاوت پیدا ہوتی ہے' فرماتے ہیں۔

''یہی حال موسیقی فطرت کے زیر و بم کا ہے' تمہیں کوّے کی کائیں کائیں اور چیل کی چیخ میں کوئی دلکشی محسوس نہیں ہوتی' لیکن موسیقی فطرت کی تالیف کے لئے جس طرح قمری و بلبل کا ہلکا سُر ضروری تھا' اسی طرح زاغ و زغن کا بھاری اور کرخت سُر بھی ناگزیر تھا' بلبل و قمری کو اس سرگم کا اتار سمجھو اور زاغ و زغن کو چڑھاؤ۔

براہل ذوق در فیض نمی بندد　　　نوائے بلبل اگر نیست صوت داغ شنو

تسبح له السمٰوٰت السبع و الارض و من فيهن و ان من شي الا يسبح بحمده و لكن لا تفقهون تسبيحهم انه كان حليماً غفوراً O (بنی اسرائیل:۴۴) (۸)

مولانا آزاد جب جمالِ فطرت' کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں تو کائنات کے ظاہری حسن و جمال کو بھی اس میں شامل کرتے ہیں' کیونکہ روح اگر مجروح یا مفقود ہو تو جسم کی خوبصورتی بے معنی ہے۔ وہ اہلِ نظر کو جمال کے

باطنی پہلو کی طرف متوجہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پھر فطرت کی بخشائشِ جمال کے اس گوشہ پر بھی نظر ڈالو'اس نے جس طرح جسم وصورت کو حسن وزیبائی بخشی' اسی طرح اس کی معنویت کو بھی جمال معنوی سے آراستہ کردیا' جسم وصورت کا جمال یہ ہے کہ ہر وجود کے ڈیل ڈول اور اعضا وجوارح میں تناسب ہے' معنویت کا جمال یہ ہے کہ ہر چیز کی کیفیت اور باطنی قویٰ اعتدال ہے' اسی کیفیت کے اعتدال سے خواص اور فوائد پیدا ہوئے ہیں اور یہی اعتدال ہے جس نے حیوانات میں ادراک وحواس کی قوتیں بیدار کردیں' اور پھر انسان کے درجہ میں پہونچ کر جوہرِ عقل وفکر کا چراغ روشن کردیا۔ (۹)

علامہ اقبال کے یہاں یہ نکتہ کسی قدر ووضاحت کے ساتھ ملتا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

ہے ذوق تجلی بھی اسی خاک میں پنہاں — غافل تو نرا صاحب ادراک نہیں ہے
غبارِ راہ کو بخشا گیا ہے ذوق جمال — خرد بتا نہیں سکتی کہ مدعا کیا ہے؟
ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی — ہو دیکھنا تو دیدہ دل وا کرے کوئی؟

مولانا آزاد نے یہاں ایک خالص فلسفیانہ مسئلہ سے تعرض کیا ہے کہ مادی عناصر کی ترکیب وامتزاج سے ماورائے مادہ جوہر کس طرح وجود میں آیا؟ یعنی حیوانات میں احساس وادراک اور انسان میں عقل وفکر کا چراغ کس طرح روشن ہوا؟ اس کے جواب میں مولانا آزاد نے چیونٹی اور شہد کی مکھی کی مثال سے قدرت کی کرشمہ سازی کا تعارف کرایا ہے کہ کس طرح سوئی کے برابر دماغ رکھنے والے حقیر ذرے میں احساس وادراک' محنت واستقلال' ترتیب وتناسب' نظم وضبط اور صنعت واختراع کی ساری قوتیں مخفی ہوتی ہیں اور بطور نتیجہ لکھا ہے:

''قرآن کہتا ہے: یہ اس لئے ہے کہ رحمت کا مقتضا جمال تھا اور ضروری تھا کہ جس طرح اس نے جمالِ صوری سے دنیا آراستہ کردی ہے' اسی طرح جمال معنوی کی بخشائشوں سے بھی مالا مال کردیتی ہے۔ ذالک علم الغیب و الشهادة العزيز الرحيم ۝ الذي احسن كل شئي خلقه وبدا خلق الانسان من طين ۝ (السجدہ: ۷) (۱۰)

قرآن میں جمالِ فطرت کا بیان مختلف اسالیب میں ہوا ہے اور بار بار ہوا ہے۔ اور اس کی تعبیر میں بھی مختلف الفاظ اور اصطلاحیں استعمال کی گئی ہیں۔ کہیں حسن کا لفظ استعمال ہوا ہے کہیں جمال کا' کہیں زینت کا' کہیں موزوں کا' کہیں تسویہ کا' کہیں عدل کا کہیں اتقان کا' اور کہیں تشبیہ واستعارہ کے پیرایہ میں گفتگو کی گئی ہے' مولانا آزاد نے ان اصطلاحوں کو ایک خاص ڈھنگ اور منطقی ترتیب سے پیش کیا جس سے قرآن میں مختلف مقامات پر استعمال شدہ یہ اصطلاحیں تسبیح کے دانوں کی طرح باہم مربوط نظر آتی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: ''جس چیز کو ہم جمال کہتے ہیں اس کی حقیقت کیا ہے؟ موزونیت اور تناسب' یہی موزونیت اور تناسب ہے جو بناؤ اور خوبی کے تمام مظاہر کی اصل ہے۔ و انبتنا فيها

من کل شی موزون (الحجر:۱۹) ''ہم نے زمین میں ہر چیز موزونیت اور تناسب رکھنے والی (اگائی) اسی معنی میں قرآن' تسویہ' کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ تسویہ کے معنی ہیں کسی چیز کو اسی طرح ٹھیک ٹھیک درست کر دینا کہ اس کی ہر بات خوبی و مناسبت کے ساتھ ہو' الذی خلق فسوی والذی قدر فھدی (الاعلیٰ:۳) (وہ پروردگار جس نے ہر چیز پیدا کی' پھر ٹھیک ٹھیک خوبی و مناسبت کے ساتھ درست کر دی اور وہ جس نے ہر وجود کے لئے ایک اندازہ ٹھہرایا' پھر اس پر زندگی کی راہ کھول دی) الذی خلقک فسوک فعدلک فی ای صورۃ ماشاء رکبک۔ (الانفطار:۷) (وہ پروردگار جس نے تمہیں پیدا کیا' پھر ٹھیک ٹھاک درست کر دیا' پھر اعتدال و تناسب ملحوظ رکھا' پھر جیسی صورت بنانی چاہی اسی کے مطابق ترتیب دے دی)

یہی حقیقت ہے جسے قرآن نے 'اتقان' سے بھی تعبیر کیا ہے' یعنی کائنات ہستی کی ہر چیز کا درستگی واستواری کے ساتھ ہونا کہ کہیں بھی اس میں خلل' نقصان' بے ڈھنگا پن' اونچ نیچ' ناہمواری نظر نہیں آسکتی۔ صنع اللہ الذی اتقن کل شئی (النمل:۸۸) (یہ اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز درستگی واستواری کے ساتھ بنائی)[11]

قدرت نے ہر چیز کو موزونیت اور توازن کے ساتھ بنایا ہے' یہی کائنات کے توازن اور حسن کا راز ہے' پرندوں کو دیکھئے اور پیڑ پودوں کو دیکھئے' ان میں موزونیت کی ایسی حسین مثالیں موجود ہیں کہ دل اللہ کی صناعی پر سجدہ ریز ہو جاتا ہے' چند پھول تو ایسے ہیں جیسے پھول سونگھی کہ جب تک ایک لمبی چونچ والی چڑیا ان کو چھوئے نہیں تو وہ کھلتے ہی نہیں۔ ایسی چڑیوں کی چونچ کی بناوٹ اور پھول کے لبوں کی بندش دونوں ایک دوسرے سے موزونیت کے ساتھ ہم آہنگ ہیں۔ قدرت کے خزانے میں ایسی مثالیں بے شمار ہیں[12] مولانا ابوالکلام آزاد نے سورۃ الحجر کی تفسیر میں اس نکتہ کو اس طرح ابھارا ہے: ''زمین میں جتنی نباتات اگتی ہیں سب کے لئے حکمت الٰہی نے ایک خاص اندازہ ٹھہرا دیا ہے' ہر چیز اپنی نوعیت اپنی کمیت' اپنی کیفیت میں ایک جچی تلی حالت رکھتی ہے جس سے کبھی باہر نہیں جاسکتیں' ممکن نہیں کہ گھاس کی ایک شاخ بھی ایسی اگ آئے جو گھاس کے مقررہ اندازہ سے اور تناسب کے خلاف ہو' طرح طرح کے غلے طرح طرح کے پھول' طرح طرح کے پھل' طرح طرح کی سبزیاں' طرح طرح کے درخت' طرح طرح کی گھاسیں ہر طرف اگ رہی ہیں اور نہیں معلوم کب سے اگ رہی ہیں۔ لیکن کوئی چیز بھی ان میں ایسی ہے جس کی شکل' ڈیل ڈول' رنگ' خوشبو' مزہ اور خاصہ ایک خاص مقررہ اندازے پر نہ ہو اور ٹھیک کانٹے کی تول نہ ہو؟ گیہوں کا ایک دانہ اٹھاؤ' پھول کی ایک کلی توڑ لو' گھاس کی ایک پتی سامنے رکھ لو اور دیکھو ان کی ساری باتیں کس طرح تلی ہوئی ہیں اور کس دقیقہ سنجی کے ساتھ سانچے میں ڈھلی ہوئی ہیں۔ اگر حجم ہے تو اس کا ایک مقررہ اندازہ ہے' لاکھ مرتبہ بوؤ' اس اندازے میں فرق آنے والا نہیں۔ اگر شکل ہے تو اس کا ایک خاص اندازہ ہے' وہ چیز جب اُگے گی اسی شکل میں اُگے گی۔ اگر رنگت ہے' خوشبو ہے' مزہ ہے' خاصہ ہے تو سب کا ایک مقررہ اندازہ ہے اور یہ اندازہ قطعی ہے۔ دائمی ہے' اٹل

ہے' امٹ ہے' اور ہمیشہ اس یکسانیت کے ساتھ ظہور میں آتا ہے گویا مٹی کے ایک ایک ذرہ میں ایک ایک ترازو رکھ دیا گیا ہے۔ اور وہ ایک ایک دانے' ایک ایک پتے' ایک ایک پھول کو تول تول کر بانٹ رہا ہے ممکن نہیں اس تول میں کبھی خرابی پڑے'' (۱۳)

دنیا کے بعض مذاہب نے روحانیت کے نام پر ترکِ دنیا کی تبلیغ کی ہے اور رہبانیت اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے' بودھ اور مزدک کے مذاہب میں رہبانیت کا عنصر موجود ہے' جب کہ عیسائی مذہب میں ایک غالب عنصر کی حیثیت میں بھرا ہے' مولانا آزاد رہبانیت کو اصلاً جمالِ روحانیت کی ضد سمجھتے ہیں' ان کے نزدیک رہبانیت ''زینت اللہ'' کا انکار ہے' ان کے استدلال میں بڑا وزن ہے کہ اللہ کی نعمتوں کا استعمال روحانی سعادت کے خلاف نہیں' بلکہ ان کا غلط استعمال روحانی سعادت کے خلاف ہے۔

سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۳۲ جس میں عبادت کے وقت زینت اختیار کرنے کا حکم ہے' اسکی تفسیر میں لکھا ہے:

''پیروان مذاہب کی عالمگیر گمراہی یہ تھی کہ سمجھتے تھے روحانی سعادت جبھی مل سکتی ہے کہ دینا ترک کر دی جائے اور خدا پرستی کا مقتضیٰ یہ ہے کہ زینتوں اور آسائشوں سے کنارہ کش ہو جائیں' قرآن کہتا ہے: حقیقت اس کے عین برعکس ہے' تم سمجھتے ہو زندگی کی زینتیں اس لئے ہیں کہ ترک کر دی جائیں' حالانکہ وہ اس لئے ہیں کام میں لائی جائیں' دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں کو ٹھیک طور پر کام میں لانا مشیتِ الٰہی کو پورا کرتا ہے۔

خدا نے زمین میں جو کچھ پیدا کیا ہے سب تمہارے ہی لئے پیدا کیا ہے' کھاؤ پیو' زینت و آسائش کی تمام نعمتیں کام میں لاؤ مگر حد سے نہ گزر جاؤ' دنیا نہیں دنیا کا بے اعتدالانہ استعمال روحانی سعادت کیخلاف ہے' زندگی کی جن زینتوں کو پیروانِ مذاہب خدا پرستی کیخلاف سمجھتے تھے انہیں قرآن ''زینت اللہ'' یعنی خدا کی زینتوں سے تعبیر کرتا ہے۔

یہ آیت قرآن کا ایک انقلاب انگیز اعلان ہے جس نے انسان کی دینی زینت کی بنیادیں الٹ دیں' وہ دنیا جو نجات وسعادت کی طلب میں دنیا ترک کر رہی تھی اب اسی نجات وسعادت کو دنیا کی تعمیر و ترقی میں ڈھونڈھنے لگی۔ (۱۴)

تمام متکلمین کی طرح مولانا آزاد نے بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کو جمالِ کائنات کے مصادر کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور اس کے اطلاقی پہلو کو غیر معمولی اہمیت دی ہے۔

ہر چہ دیدم در جہاں جز توئے نیست یا توئی یا بوئے تو یا خوئے تو

مولانا روم نے تو خاص طور پر حسن کائنات کو حسنِ قدرت کا انعکاس قرار دیتے ہوئے کہا ہے:

خلق راجوں آب داں آب زلال اندر آں تاباں صفاتِ ذوالجلال

مولانا آزاد نے بھی ترجمان القرآن میں صفاتِ الٰہی کی تفسیر میں اس کے اطلاقی حسن کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے اور جمال کائنات کو صفات الٰہی کے ظہور کے طور پر پیش کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں!

"قرآن نے خدا کی صفتوں کا جو تصور ہم میں پیدا کرنا چاہا ہے وہ سرتاسر حسن وخوبی کا تصور ہے چنانچہ وہ خدا کی تمام صفتوں کو "حسنیٰ" قرار دیتا ہے یعنی خوبی و جمال کی صفتیں، یہ صفتیں کیا ہیں؟ قرآن نے جابجا بیان کی ہیں اور شمار کی گئیں تو ۹۹ نکلیں۔ ان تمام صفتوں کے معانی پر غور کرو گے تو معلوم ہو جائے گا کہ قرآن کا تصور کس درجہ بلند اور کامل ہے۔ صرف ان صفات کے معانی پر تدبر کر کے ہم کائنات ہستی کے بے شمار اسرار و دقائق کی معرفت حاصل کر لے سکتے ہیں، کیونکہ یہاں جو کچھ ہے انہی صفات کا ظہور ہے۔ (۱۵)

اس ضمن میں مولانا آزاد نے یہودیت، عیسائیت اور بدھ مت میں پائے جانے والے تصوراتِ صفات الٰہی کی نارسائیوں کا بھی محاسبہ کیا ہے اور قرآن کی مکمل تعبیر حسن کو اجاگر کرتے ہوئے کہا ہے!

"نزول قرآن کے وقت، یہودی تصور میں قہر وغضب کا عنصر غالب تھا' مجوسی تصور نے نور وظلمت کی دو مساویانہ قوتیں الگ الگ بنالی تھیں، مسیحی تصور نے رحم ومحبت پر زور دیا تھا' لیکن جزا کی حقیقت مستور ہوگئی تھی، اسی طرح پیروان بدھ نے بھی صرف رحم ومحبت پر زور دیا' عدالت نمایاں نہیں ہوئی' گویا جہاں تک رحمت و جمال کا تعلق ہے یا تو قہر وغضب کا عنصر غالب تھا' یا مساوی تھا' یا پھر رحمت ومحبت آئی تھی تو اس طرح آئی تھی کہ عدالت کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں رہی تھی۔

لیکن قرآن نے ایک طرف رحمت و جمال کا ایک ایسا کامل تصور پیدا کیا کہ قہر وغضب کے لئے کوئی جگہ ہی نہ رہی' دوسری طرف جزائے عمل کا سررشتہ بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا' کیونکہ جزا کا اعتقاد قہر وغضب کی بنا پر نہیں' بلکہ عدالت کی بناء پر قائم کردیا۔ چنانچہ صفاتِ الٰہی کے بارے میں اس کا عام اعلان یہ ہے! قل ادعو اللہ او ادعو الرحمن ایاما تدعو فلہ الاسمآءُ الحسنیٰ (بنی اسرائیل:۱۱۰) "اے پیغمبر! ان سے کہہ دو تم خدا کو اللہ کے نام سے پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکار' جس صفت سے پکارو اس کی ساری صفتیں حسن وخوبی کی صفتیں ہیں"(۱۶)

اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ جمال کائنات اسماء حسنیٰ یا صفات الٰہی کا انعکاس ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر قہاری وجباری کی صفات کو کس طرح عکسِ جمال ثابت کیا جائے گا۔ مولانا آزاد نے اس سوال کا بھی مناسب جواب دیا ہے:

"(اللہ کی صفات) میں ایسی صفتیں بھی ہیں جو بظاہر قہر وجلال کی صفتیں ہیں مثلاً جبار وقہار' لیکن قرآن کہتا ہے وہ اسماء حسنیٰ ہیں' کیونکہ کہ ان میں قدرت وعدالت کا ظہور ہوا ہے اور قدرت وعدالت حسن وخوبی ہے' خوں خواری و خوفناکی نہیں ہے' چنانچہ سورۂ حشر میں صفاتِ رحمت و جمال کے ساتھ قہر وجلال کا بھی ذکر کیا ہے اور پھر متصلاً ان سب کو "اسماء حسنیٰ" قرار دیا ہے۔ ھو الذی لا الہ الا ھو الملک القدوس السلام المومن المھیمن العزیز الجبار المتکبر سبحٰن اللہ عما یشرکون O ھو اللہ الخالق الباری المصور لہ الاسمآء الحسنیٰ یسبح لہ ما فی السمٰوٰت والارض وھو العزیز الحکیم O

(الحشر:۲۳۔۲۴)'' وہ اللہ ہے'اس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ الملک ہے' القدوس ہے' السلام ہے' المومن ہے' المہیمن ہے' العزیز الجبار ہے' المتکبر ہے اور اس ساجھے سے پاک ہے جو لوگوں نے اس کی معبودیت میں بنا رکھے ہیں' وہ الخالق ہے' الباری ہے' المصور ہے۔ (غرض کہ) اس کیلئے حسن و خوبی کی صفتیں ہیں' آسمان و زمین میں جتنی بھی مخلوقات ہیں اسکی پاکی اور عظمت کی شہادت دے رہی ہیں اور بلاشبہ وہ ہی ہے جو حکمت کے ساتھ غلبہ و توانائی بھی رکھنے والا ہے۔''[۱۷]

مسلم فلاسفر اور متکلمین کے یہاں اللہ کی صفتِ جمال کے ساتھ ساتھ صفتِ جلال کا موضوع یکساں دلچسپی اور توجہ کا حامل رہا ہے' ان دونوں صفات کو تعبیر و تکمیل کے لئے لازمی خوبیوں کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے' علامہ اقبال نے اس نکتہ کی وضاحت اس طرح کی ہے:

نہ ہو جلال تو حسن جمال بے تاثیر　　نرا نفس ہے اگر نغمہ ہو نہ آتش ناک

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت　　یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

بے تجلی نیست آدم را ثبات　　جلوۂ ما فرد و ملت را حیات

ہر دو از توحید می گیرد کمال　　زندگی ایں را جمال آں را جلال

اللہ کی صفاتِ کاملہ کے ذریعہ کائنات کی تخلیق' تعمیر اور تحسین و تزئین ہوئی ہے' خصوصیت کیساتھ الہ کی تین صفات: ربوبیت' رحمت اور عدالت جمالِ فطرت کا سرچشمہ ہیں۔ مولانا آزاد نے ان تینوں صفات کی اسطرح تشریح کی ہے اور مظاہر فطرت پر ان کا انطباق اس طرح کیا ہے کہ انسان محسوس کرنے لگتا ہے کہ قدرت کی مہربانیاں ہر آن کائنات پر سایہ فگن ہیں ہیں اور ہر لمحہ اسکے امنڈتے فیضان کو انسان اپنی برہنہ آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ فرماتے ہیں:

''جس طرح کارخانہ خلقت اپنے وجود و بقاء کے لئے ربوبیت اور رحمت کا محتاج ہے اسی طرح عدالت کا بھی محتاج ہے' یہی تین معنوی عنصر ہیں جن سے خلقتِ ہستی کا قوام ظہور میں آیا ہے۔ ربوبیت پرورش کرتی ہے' رحمت افادہ و فیضان کا سرچشمہ ہے اور عدالت سے بناؤ اور خوبی ظہور میں آتی ہے اور نقصان و فساد کا ازالہ ہوتا ہے۔[۱۸]

ربوبیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ربوبیت یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں سودمند اشیاء کی موجودگی کے ساتھ ان کی بخشش و تقسیم کا بھی ایک نظام موجود ہے' اور فطرت صرف بخشتی ہی نہیں' بلکہ جو کچھ بخشتی ہے ایک مقررہ انتظام اور ایک منضبط ترتیب و مناسبت کے ساتھ بخشتی ہے' اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں ہر وجود کو زندگی اور بقاء کے لئے جس جس چیز کی ضرورت تھی اور جس جس وقت اور جیسی جیسی مقدار میں اسے مل رہی ہے اور اس نظم و انضباط سے تمام کارخانہ حیات چل رہا ہے''[۱۹]

فضل و رحمت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''برہانِ ربوبیت کی طرح برہانِ فضل و رحمت بھی اس کی دعوت و ارشاد کا ایک عام اسلوبِ خطاب ہے' وہ

کہتا ہے! کائنات خلقت کی ہر شے میں ایک مقررہ نظام کے ساتھ رحمت و فضل کے مظاہر کا موجود ہونا قدرتی طور پر انسان کو یقین دلا دیتا ہے کہ ایک رحمت رکھنے والی ہستی کی کارفرمائیاں یہاں کام کر رہی ہیں' کیوں کہ ممکن نہیں فضل و رحمت کی یہ پوری کائنات موجود ہو اور فضل و رحمت کا کوئی زندہ ارادہ موجود نہ ہو' چنانچہ وہ تمام مقامات جن میں کائناتِ خلقت کے افادہ و فیضان' زینت و جمال' موزونیت و اعتدال' تسویہ و اقوام اور تکمیل و اتقان کا ذکر کیا گیا ہے۔ دراصل اسی استدلال پر مبنی ہیں۔ والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمان الرحیم۔ (البقرہ:۱۶۳) ''اور دیکھو تمہارا معبود وہی ایک معبود ہے کوئی معبود نہیں مگر اسی کی ایک ذات' رحمت والی اور اپنی رحمت کی بخشائشوں سے ہمیشہ فیضیاب کرنے والی۔[۲۰] ایک دوسری جگہ رقمطراز ہیں:

''انسانی علم و نظر کی کاوشیں آج تک یہ عقدہ حل نہ کر سکیں کہ یہاں تعمیر کے ساتھ تحسین کیوں ہے؟ مگر قرآن کہتا ہے یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ خالقِ کائنات ''الرحمٰن'' اور ''الرحیم'' ہے' یعنی اس میں رحمت ہے اور اس کی رحمت اپنا ظہور و فعل بھی رکھتی ہے۔ رحمت کا مقتضیٰ یہی تھا کہ بخشش ہو' فیضن ہو' جود و احسان ہو' پس اس نے ایک طرف تو ہمیں زندگی اور زندگی کے تمام احساس و عواطف بخش دیئے' جو خوشنمائی اور بدنمائی میں امتیاز کرتے اور خوبی و جمال سے کیف و سرور حاصل کرتے ہیں' دوسری طرف کارگاہِ ہستی کو اپنی حسن آرائیوں اور جاں فزائیوں سے اس طرح آراستہ کر دیا کہ اس کا ہر گوشہ نگاہ کے لئے جنت' سامعہ کے لئے حلاوت اور روح کے لئے سرمایہ کیف و سرور بن گیا: فتبارک اللہ احسن الخالقین (المومنون:۱۴) ''پس کیا ہی بابرکت ذات اللہ کی' بنانے والوں میں سب سے زیادہ حسن و خوبی کے ساتھ بنانے والا)[۲۱]

صفتِ عدالت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تم نے ابھی ربوبیت اور رحمت کے مقامات کا مشاہدہ کیا ہے' اگر ایک قدم آگے بڑھو' اسی طرح عدالت کا مقام بھی نمودار ہو جائے' تم دیکھو گے کہ اس کارخانہ ہستی میں بناؤ' سلجھاؤ' خوبی اور جمال میں سے جو کچھ بھی ہے اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ عدل و توازن کی حقیقت کا ظہور ہے' ایجاب و تعمیر کو تم اس کی بے شمار شکلوں میں دیکھتے ہو اور اس لئے بے شمار ناموں سے پکارتے ہو' لیکن اگر حقیقت کا سراغ لگاؤ تو دیکھ لو کہ ایجاب و حقیقت یہاں صرف ایک ہی ہے اور وہ ہے عدل و اعتدال! ''عدل'' کے معنی ہیں برابر ہونا' زیادہ نہ ہونا' اسی لئے معاملات اور قضایا میں فیصلہ کر دینے کو عدالت کہتے ہیں کہ حاکم دو فریقوں کی باہم دیگر زیادتیاں دور کر دیتا ہے' ترازو کی تول کو بھی معادلت کہتے ہیں' کیونکہ وہ دونوں پاٹوں کا وزن برابر کر دیتا ہے' یہی عدالت جب اشیاء میں نمودار ہوتی ہے تو ان کی کمیت اور کیفیت میں تناسب پیدا کر دیتی ہے۔ ایک جزء کا دوسرے جزء سے کمیت یا کیفیت میں مناسب و موزوں ہونا عدالت ہے۔

اب غور کرو! کارخانہ ہستی میں بناؤ اور خوبی کے جس قدر مظاہر ہیں کس طرح اسی حقیقت سے ظہور میں

آئے ہیں۔ وجود کیا ہے؟ حکیم بتلاتا ہے کہ عناصر کی ترکیب کا اعتدال ہے اگر اس اعتدالی حالت میں ذرا بھی فتور واقع ہو جائے وجود کی نمود معدوم ہو جائے جسم کیا ہے؟ جسمانی مواد کی ایک خاص اعتدالی حالت ہے اگر اس کا کوئی ایک جز بھی غیر معتدل ہو جائے جسم کی ہیئت ترکیبی بگڑ جائے صحت وتندرستی کیا ہے؟ اختلاط کا اعتدال ہے جہاں اس کا قوام بگڑا صحت میں انحراف ہو گیا حسن و جمال کیا ہے؟ تناسب واعتدال کی ایک کیفیت ہے اگر انسان میں ہے تو خوبصورت انسان ہے نباتات میں ہے تو پھول ہے عمارت میں ہے تو تاج محل ہے نغمہ کی حلاوت کیا ہے؟ سروں کی ترکیب کا تناسب واعتدال۔ اگر ایک سر بھی بے میل ہوا؟ نغمہ کی کیفیت جاتی رہی۔ (۲۲)

مولانا آزاد نے کائنات کے حسن و جمال سے قیامت پر استدلال کیا ہے اور یہی وہ استدلال ہے جن کو مفسرین آفاق والنفس کا نام دیتے ہیں۔ خدا کی جو رحمت دنیا کو چمن زار بناتی ہے وہ اپنا فیضان آخرت تک پھیلاتی ہے۔ مولانا لکھتے ہیں: ''اگر رحمت کا مقتضیٰ یہ ہوا کہ دنیا میں اس خوبی و کمال کے ساتھ زندگی کا ظہور ہو تو کیوں کر یہ بات باور کی جاسکتی ہے کہ دنیا کی چند روزہ زندگی کے بعد اس کا فیضان ختم ہو جائے اور خزانہ رحمت میں انسان کی زندگی اور بناؤ کے لئے کچھ باقی نہ رہے۔''

اولم یروا ان اللہ الذی خلق السموٰت والارض قادر علی ان یخلق مثلھم وجعل لھم اجلاً لاریب فیہ فابی الظٰلمون الا کفورا ○ قل لو انتم تملکون خزائن رحمۃ ربی اذا لا مسکتم خشیۃ الانفاق۔ (بنی اسرائیل:۹۹۔۱۰۰)

''کیا ان لوگوں نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے ہیں۔ یقیناً اس بات پر عاجز نہیں ہوسکتا کہ ان جیسے (آدمی دوبارہ) پیدا کردے اور یہ کہ ان کے لئے اس نے ایک مقررہ وقت ٹھہرادیا ہے جس میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں؟ (افسوس ان کی شقاوت پر) اس پر بھی ان ظالموں نے اپنے لئے کوئی راہ پسند نہ کی مگر حقیقت سے انکار کرنے کی (اے پیغمبران سے) کہہ دو اگر میرے پروردگار کی رحمت کے خزانے تمہارے قبضہ میں ہوتے تو اس حالت میں یقیناً تم خرچ ہو جانے کے ڈر سے ہاتھ روکے رکھتے (لیکن یہ اللہ ہے جس کے خزائنِ رحمت نہ کبھی ختم ہوسکتے ہیں نہ اس کی بخشائشِ رحمت کی کوئی انتہا ہے۔ (۲۳)

خلاصہ کلام یہ کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے ترجمان القرآن میں حیات وکائنات اور قیامت کا ربط حسن فطرت سے قائم کیا ہے اور قرآن کریم کو حسن فطرت کے شاہکار اور آئینہ دار کی حیثیت سے پیش کیا ہے قدرت کاملہ کی کاریگری اور صنعت گری کے جلوہ حسن کا تعارف کرایا ہے اور سعید روحوں کو آواز دی ہے کہ آؤ حسنِ قدرت سے عشق کرو اور اس کے پیچھے کارفرما ہستی کے آگے جبینِ نیاز جھکادو۔

حواشی

۱۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص۱۰۲ ساہتیہ اکادمی، نئی دہلی ۱۹۷۷ء
۲۔ ترجمان القرآن، جلد چہارم، ص۹۲
۳۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص۱۴۲
۴۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص۱۱۲
۵۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص۱۱۲
۶۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص۹۔۱۰۸
۷۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص۱۲۷
۸۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص۱۰۵
۹۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص۱۱۴
۱۰۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص۱۱۴
۱۱۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص۴۴۔۱۴۳
۱۲۔ حیوانات اور نباتات کی کرشمہ سازیوں کا سائنٹفک جائزہ پروفیسر حافظ شائق احمد یحیٰی نے اپنی تازہ حسب ذیل کتاب میں لیا ہے۔ Importance of wild life conservation from Islamic perspective (New Delhi 2003)
۱۳۔ ترجمان القرآن، جلد چہارم ص۹۹۔۱۰۰
۱۴۔ ترجمان القرآن، جلد سوم، ص۲۰
۱۵۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص۳۱۲
۱۶۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص۳۱۴
۱۷۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص۳۱۴
۱۸۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص۲۲۳
۱۹۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص۲۶
۲۰۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ۱۴۰
۲۱۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص۱۰۴
۲۲۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص۲۲۳
۲۳۔ ترجمان القرآن، جلد اول، ص۱۴۶

خوشخبری

امام المتکلمین، سلطان المحدثین، رئیس المفسرین، فقیہ العصر، العارف باللہ، صدر المدرسین حضرت العلامہ مولانا عبدالحلیم صاحب زروبوی نور اللہ مرقدہ کے بعض علمی افادات ومختصر سوانح پر مشتمل کتاب

افادات حلیم

مؤلف : مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی

کی تیسری اشاعت نئے اضافوں کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہے۔

جو کہ شائقین علوم دینیہ ومعارف علمیہ کیلئے انمول تحفہ اور بہترین سوغات ہے۔

ضخامت: ۱۳۴ صفحات　　قیمت : ۷۰ روپے

موتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ نوشہرہ

مولانا یحییٰ نعمانی *

تحدید نسل (خاندانی منصوبہ بندی) کا فلسفہ

اسلامی نقطہ نظر سے تحدید نسل کے مسئلہ پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ حقائق و واقعات کی روشنی میں پورے فلسفہ کا جائزہ لے کر یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ یہ غلط فہمیوں اور سماجی و معاشرتی حقائق سے ناواقفیت کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ مگر ان دنوں یہ تجربہ ہوا کہ پروپیگنڈے کے سامنے سچ بات میں طاقت کے ساتھ کثرت بھی ہونی چاہیے۔ اپنے لوگوں میں سے بہت سے لوگ متذبذب اور تردد کا شکار نظر آئے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اختصار کے ساتھ مسئلہ کی وضاحت کی جائے۔

تحدید نسل کا فلسفہ:

تحدید نسل Birth Controle جس کو اب بدل کر خاندانی منصوبہ بندی کا غلط نام دیا گیا۔ اس کا ایک پورا فلسفہ ہے، جس کا بھرپور پروپیگنڈہ کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایک ایسا مسلمہ مسئلہ گیا ہے۔ اس پر غور کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی جاتی۔

وسائل زندگی کی قلت کا خطرہ:

سب سے زیادہ زور دے کر جو دلیل ان حضرات کی طرف سے پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ زمین میں سکونت کی جگہ محدود ہے۔ اگر آبادی تیزی کے ساتھ بڑھتی رہے گی تو بہت جلد وہ دن آجائے گا جب زمین بھر جائے گی یا دنیا کی غذائی اور دیگر پیداوار انسانوں کی ضرورتوں سے کم رہ جائے گی۔ اور اس طرح آئندہ نسلوں کی زندگی کا معیار گرتا چلا جائے گا، اور وہ مناسب وسائل زندگی نہ پاسکیں گے، اور بڑی تنگی وغربت اور اس کے نتیجے میں پیش آنے والے مسائل مثلاً لوٹ مار سے دوچار ہوں گے۔

یہی بات دائرہ کو سکیڑ کر ملکوں اور قوموں کے بارے میں کہی جاتی ہے، کہ اگر ملکوں کی اور خصوصاً تیسری دنیا کے گھنی آبادی والے ممالک کی آبادی یونہی بڑھتی رہی تو یہ "ابل پڑیں" گے، شدید غذائی کمی کے شکار ہوں گے، اپنی

* ایڈیٹر ماہنامہ "الفرقان" ۳۱ نیا گاؤں مغربی (نظیر آباد) لکھنؤ، انڈیا

آبادی کو اچھی غذا، مناسب سہولیات زندگی اور اعلیٰ تعلیم نہیں دے سکیں گے۔

اس دلیل کا نتیجہ ان حضرات کے نزدیک یہ ہے کہ ساری انسانیت کے مفاد میں یہ بات ضروری ہے کہ آبادی کو فوراً بڑھنے سے روکا جائے یا کم سے کم بڑھنے دیا جائے، بلکہ ان کی تعلیم وتلقین تو یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے اس کو موجودہ مقدار سے کم کیا جائے۔

اگر قرآنی زبان میں بات کی جائے تو اس فلسفہ کو ''جاہلیت'' کا نام دیا جا سکتا ہے۔ ان لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ دنیا کو یہ اپنی عقل اور اپنی طاقت سے چلا رہے ہیں، لہٰذا پیدائش اور رزق کے معاملات بھی انہی کو انجام دینے ہیں اور خود ہی اس کا انتظام کرنا ہے۔ اس دنیا کا کوئی خدا ہے اور نہ کوئی چلانے والا۔ اور اگر کوئی ہے بھی تو نہ اس کے پاس عقل ہے اور نہ حساب لگانے کے لئے (Culculater) کلکولیٹر۔ اور یہ ذرا سا وجود رکھنے والے حضرات انسان ایسی عقل و دانائی کے مالک ہیں کہ اب انہوں نے کائنات کی منصوبہ بندی بھی اپنے ذمہ لے لی ہے۔

کاش ان کو خبر ہوتی جس ذات عالی نے یہ دنیا بنائی اور انسان کو اس کا بادشاہ بنایا وہ ایک سراپا علم وحکمت اور لامحدود قدرت وطاقت رہنے والی ذات ہے، وہ انسان کو اگر پیدا کر رہا ہے تو اس کو رزق بھی دے گا، اور تاریخ بتاتی ہے کہ اس نے کبھی رزق میں کمی نہیں کی، ہمیشہ آبادی کے اضافے کے ساتھ وہ وسائل بھی بڑھاتا چلا گیا۔

جس خدا نے کائنات کا ایسا دقیق، پُراسرار اور پُرازحکمت نظام بنایا کہ جس میں نقطہ رکھنے کی گنجائش نہیں وہ انسانوں کو پیدا تو کر سکتا ہے مگر رزق نہیں دے سکتا؟ جس نے اس زمین میں انسانوں کے رزق کے لئے کیسے زبردست انتظامات کئے ہیں، سورج، چاند، ہوائیں، زمین کی مٹی، کیڑے مکوڑے اور نہ جانے کیا کیا سرگرم عمل ہوتے ہیں تو گیہوں کا ایک دانہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ خدا وسائل میں اضافہ کرنے پر قادر نہیں؟ اس کائنات کے لامحدود نظاموں کو دیکھئے وہ کس حکمت سے ان کو چلا رہا ہے، پھر یہ رزق میں ہی وہ کیوں اضافہ نہیں کر سکتا۔ صرف نوع انسان کی بنیادی ضرورت پانی کے نظام ہی کو دیکھ لیجئے۔ اس نے اس کی سپلائی، ڈرینج اور صفائی (ریفائنری) کا کیسا نظام بنایا ہے۔ زمین میں سمندر کی شکل میں پانی کے لامتناہی خزانے رکھ دیئے۔ پھر اس کو سڑنے سے بچانے کے لئے نمک اور کشش کی طاقت سے اس میں حرکت وتموج رکھا۔ یہ قانون بنایا کہ پانی حرارت سے بخارات میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ان بخارات کا وزن ہوا سے کم رکھا۔ پھر کم وزن کی چیزوں کے اوپر جانے اور بھاری چیزوں کے نیچے آنے کا قانون بنایا۔ اب اس نے ایک اور قانون بنایا کہ سورج کی شعاعیں جس چیز کے بیچ (Medium) سے گذریں اس کو گرم نہ کریں۔ اس طرح اوپر کی ہوا ٹھنڈی رہی نیچے کی ہوا زمین کی گرمی سے گرم ہوگئی۔ اب جب یہ بخارات اوپر کی سرد ہوا میں پہنچے تو ایک اور قانون حرکت میں آیا۔ بخارات سردی پا کر جم کر پانی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی طرح یہ قانون بنایا کہ سرد علاقوں سے گرم علاقوں کی طرف ہوائیں چلیں۔ اس طرح گرم علاقوں میں سمندر سے بادل اٹھ اٹھ کر پہنچیں۔

اب جب بارش ہو تو اس نے زمین کو حکم دیا کہ وہ جذب کر کے اپنے خزانے بھی اُگلے اور اپنے پیٹ میں پانی اسٹور کر لے تاکہ جب انسان چاہے پاؤں کے نیچے سے کھود کر پانی نکال لے۔ موسم میں ضروری بارش کے بعد وہ بادل پہاڑوں کی چوٹیوں پر گئے اور وہاں اربوں گیلن پانی برف کی شکل میں اسٹور ہو گیا۔ جو دھیرے دھیرے پگھلے گا اور دریاؤں کے راستہ پوری دنیا کو لگاتار سیراب کرتا رہے گا۔ دریاؤں کے ذریعہ سپلائی کا یہ سسٹم سال بھر کام کرتا رہے گا۔ اور یہی انسانوں کے ذریعہ پیدا کی گئی گندگی کو بھی سمندر میں لے جائے گا۔

ایسی زبردست قدرت والا اللہ پیدا تو کر دے گا مگر رزق اس کے بس کا نہیں؟ کیسا ظلم ہے؟ کیسی جہالت ہے؟

وہ ہر چیز کو اپنے تناسب سے پیدا کرتا ہے اور کرے گا' اور مختلف ذرائع سے وہ دنیا میں آبادی اور رزق کا تناسب برقرار رکھتا ہے۔ یہ اس کا اصول ہے کہ (عام طور پر) وہ ہر چیز ضرورت کے مطابق ہی پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا یہ طے ہے کہ جس قدر وہ پیدا کرے گا ان کا وہ رزق بھی اتارے گا۔

اگر انسانوں کی تعداد بڑھتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے علم کے مطابق اتنے پیدا کرنا چاہتا ہے۔ ورنہ اگر وہ اپنی قدرت کا کنٹرول باقی نہ رکھے تو اس کی کچھ مخلوقات ایسی ہیں کہ ان سے ہی زمین بھر چکی ہوتی۔ حیوانات کے ماہرین بتلاتے ہیں کہ مچھلی کی ایک قسم (Star Fish) ایک مرتبہ میں ۲۰ کروڑ سے زائد انڈے دیتی ہے۔ اگر اللہ اس کی آبادی کو کنٹرول نہ کرے تو شاید چند سال میں نوع انسان کو زمین سے ہجرت کرنی پڑے۔

اس مسئلہ کو اپنے سامنے کی چند مثالوں سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں' کیا یہ ایک کھلی حقیقت نہیں ہے کہ ہمارے ملک کی آبادی میں اضافے کے ساتھ پیداوار اور وسائل معیشت میں کافی زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ آزادی کے ۱۳ سال کے بعد ۶۰ء میں جب کہ آزاد ہندوستان کو اپنی معیشت کو بہتر کرنے کے لئے کافی کچھ موقعہ مل چکا تھا اس وقت کے معاشی حالات کا (جو بہت سوں نے دیکھے اور بہت سوں نے سنے ہیں) آج کے حالات سے مقابلہ کیجئے اور فرق ملاحظہ کیجئے۔ اقوام متحدہ کے غذائی پروگرام کی کمیٹی کی طرف سے ہر سال ایک عالمی رپورٹ شائع ہوتی ہے۔ میں نے اس کی ۱۹۹۷ء کی رپورٹ دیکھی ہے۔ اس میں پورا انڈکس دیا گیا ہے کہ کس طرح پوری دنیا کی پیداوار میں آبادی کے مقابلہ میں زیادہ تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ زیادہ دور مت جائیے اب سے ۲۴ سال پہلے ۸۰ء میں ہندوستان میں عام طور پر ایک کھیت میں جتنا غلہ پیدا ہوتا تھا' نئی ٹیکنیک اور ایجادات کی بدولت اب اس سے ۴ گنے سے بھی زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ جب کہ آبادی اس سے کافی کم بڑھی ہے۔

ہمارے بچپن میں انار لکھنؤ میں امین آباد کے چوراہے پر ایک دو دوکانوں پر ہی ملتا تھا۔ شاید چوک اور حضرت گنج میں بھی دیدار ہو جاتے ہوں' اب ہر گلی کوچے میں بے عزت ہو رہا ہے۔ وہ مالک رزاق عالم ہے۔ ضرورت کے اعتبار سے اپنے علم کے مطابق پیدا فرماتا ہے۔

اس زمین میں رزق کے اللہ نے کس قدر خزانے رکھ دیئے ہیں' اور اس میں اضافے کے کیا کیا امکانات ہیں اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے (اور یہ یقیناً پورا اندازہ نہیں ہوگا) کہ اقوام متحدہ کی ۱۹۹۷ء کی غذائی صورت حال کی رپورٹ کے مطابق ہندوستان کے مقابلہ ہالینڈ میں گندم فی ایکڑ پانچ گنا اور چاول ۴ گنا زیادہ پیدا ہوتا ہے' اور یہ صرف اعلیٰ انتظامات اور ٹیکنالوجی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

کس طرح ان بے خبروں کو بتلایا جائے کہ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کے لئے اصل مسئلہ پیداوار کی کمی کا نہیں زیادتی ہے' ہر سال امریکہ اپنے فاضل آلوؤں اور غلہ کو دریا برد یا نذر آتش کرنے پر کروڑوں ڈالر خرچ کرتا ہے۔ اکثر ملکوں میں بے شمار مقدار میں غلہ گوداموں میں پڑا ہوا ہے۔

زمین میں اللہ کے فضل سے رزق کی بہتات ہے' اور یہ جب ہے جب کہ ابھی بھی زمین کا وہ حصہ جو محنت کر کے قابل کاشت بنایا جاسکتا ہے' یا جو قابل کاشت ہونے کے باوجود بیکار پڑا ہے۔ اس حصہ سے چار گنا ہے جس میں کاشت ہو رہی ہے۔

دیکھیئے کتے کے یہاں سال میں دو مرتبہ ولادت ہوتی ہے اور ایک مرتبہ میں ۶ سے ۸ تک۔ اس کا کوئی مصرف نہیں ہے۔ اگر اسی اعتبار سے تعداد بڑھتی رہتی تو زمین کب کی بھر چکی ہوتی۔ اس کے بالمقابل بکری کے یہاں سال میں ایک مرتبہ ولادت ہوتی ہے اور صرف دو بچے ہوتے ہیں' پھر بکرا بے تحاشہ ذبح ہوتا ہے۔ مگر تعداد کم نہیں ہوتی! آخر کہاں سے روزانہ اکیلے ہندوستان میں ذبح ہونے کے لئے لاکھوں بکرے آجاتے ہیں؟

پہلے گھوڑے کی سواری ہوتی تھی' اور ہر شریف اور اوسط درجے کے گھر ایک گھوڑا ضرور بندھتا تھا۔ پھر گاڑیوں اور اسکوٹروں نے گھوڑے کی ضرورت ختم کر دی' اللہ نے نسل بھی کم کر دی۔ نہ اس وقت کمی تھی نہ آج زیادتی۔

غرض اس طرح کی نہ جانے کتنی مثالیں ہم اپنے سامنے کی دنیا سے بیان کر سکتے ہیں۔ کچھ یاد ہوگا کہ اب سے دو دہائی پہلے مرغ کس قدر کم دستیاب تھا۔ ضرورت بڑھی تو اللہ نے مرغ کی ایسی نسلیں پیدا کیں جو سوائے گوشت کے اور کسی مصرف کی نہیں' مشینوں سے جتنا چاہے پیدا کر لیجئے اور ایک ماہ یا دو ماہ میں اتنا بڑا اور پُر گوشت مرغ تیار جو پہلے ڈیڑھ سال میں بھی نہیں ہوتا تھا' یہی حال انڈے اور مچھلی کا ہے' یہ سب کس علیم وقدیر کی خلاقی ورزاقی ہے؟ مگر جن لوگوں نے اس حکیمانہ نظام کا خالق اندھی' بہری فطرت (Nature) کو سمجھ رکھا ہے وہ اس کھلی حقیقت کو دیکھنے سے معذور ہیں۔ اور اسی لئے دنیا کو چلانے کے برتھ کنٹرول قسم کے انتظامات کرنا چاہتے ہیں۔

ایک اور حوالے سے اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آزادی کے وقت ہندوستان کی آبادی آج سے تقریباً ایک تہائی کے قریب تھی' اب کوئی تین گنی ہوگئی ہے۔ اور یہی نہیں کہ کوئی معاشی تباہی نہیں آئی بلکہ فی کس آمدنی ۴ گنی سے زائد ہو چکی ہے۔

بہر حال یہ تو واضح ہے اور یقینی اور قطعی تجرباتی حقیقت ہے کہ عمومی طور پر عام انسانیت کے لئے اور خصوصی طور پر ملکوں اور قوموں کے لئے آبادی کی کثرت ایک معاشی اثاثہ (Asset) ہے نہ کہ معاشی بوجھ (Liability) ہمارے یہ دانشور نہ جانے کس زمانے میں رہتے ہیں' مغرب میں Colin Clark اور Afk Organski سے لے کر نہ جانے کتنے Demographic Economics کے ماہرین نے یہ بات مان لی ہے کہ (تجربوں کی شہادت اور گہرے تجزیئے کے مطابق) آبادی میں اضافہ معاشی ترقی اور مختلف حوالوں سے مفید ہی ثابت ہوتا ہے۔ ان کے جائزوں اور مطالعوں کا نتیجہ یہ ہے کہ معاشی طور پر سرگرم کثیر آبادی Economically Active Population (EAP) انسانی معاشیات اور ملکی اقتصادیات کے لئے غیر معمولی طور پر مفید اور Productive ہوتی ہے۔

اب آیئے ایک اور پہلو دیکھتے ہیں' قدیم زمانے میں روزگار کے ذرائع کس قدر محدود تھے' زراعت اور نہایت محدود تجارت' اور صنعتِ نہایت ابتدائی درجہ کی' جو صرف ہاتھ سے ہوتی تھی' شہروں میں مزدوری اور اجرت پر عمل بھی ایک محدود دائرہ تھا۔ پھر ایک وقت وہ آیا کہ زمین نے کالے سونے یعنی پیٹرول کے خزانے اگلنے شروع کیئے' جس سے نہ جانے کتنی پیداوار بڑھی اور زمین پر اقتصادیات کا کتنا بڑا انقلاب آیا۔ اسی طرح کالدار مشین کی ایجاد نے انسان کو بڑے پیمانوں پر کاروبار اور پیداوار کے وہ ذرائع دیے جو کسی کے خواب وخیال میں بھی نہیں تھے۔ اب بلاشک روایتی ذرائع آمدنی کے مقابلے میں یہ نئے ذرائع زیادہ لوگوں کو اپنے لئے وسائل زندگی حاصل کرنے کا موقع فراہم کررہے ہیں۔

اعداد وشمار کی زبان میں اس حقیقت کو جاننا چاہیں تو ایک معمولی سی اور چھوٹی سی مثال سے سمجھیں۔ ۲۰۰۴ء میں ہندوستان میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کا میدان ایک کروڑ لوگوں کو روزگار دے رہا ہے۔ اور اس میں ٹیلی کمیونیکیشن کا شعبہ شامل نہیں ہے۔ جس میں پبلک سیکٹر' پرائیویٹ سیکٹر کی کمپنیوں اور چھوٹی سطح کے ڈسٹری بیوٹرس اور پی سی او مالکان کو ملا کر تقریباً پچاس لاکھ لوگوں کو روزگار مل رہے ہے۔ ۱۹۸۰ء میں ان شعبوں میں آج کے مقابلہ میں ایک فیصد سے بھی کم روزگار تھا یعنی ملک کی آبادی میں اضافے کے ساتھ نئے نئے روزگار کے میدان بھی سامنے آرہے ہیں۔ غرض آبادی میں اضافے سے غربت میں اضافہ وہ فریب ہے جو غافلوں ہی کو دیا جاسکتا ہے' یا پھر پروپیگنڈے کے زور سے ہی منوایا جاسکتا ہے۔

اصل مسئلہ معاشرتی اور اخلاقی ہے:

اصل میں یہ فلسفہ اور تھیوری مغرب میں بھی اپنے خالص اقتصادی دلائل کی وجہ سے فروغ نہیں پاسکی تھی' بلکہ اس کے تو کچھ اور ہی اسباب تھے۔ پہلے پہل جب مالتھس نے اس کی دعوت دی تو کسی نے اس پر کان نہیں دھرا' لیکن بعد میں یورپ میں جو تہذیبی و معاشرتی انقلاب فرانس کے انقلاب اور صنعت اور مشین کے فروغ کے بعد آیا اس نے پے در پے ایسے اسباب پیدا

کئے کہ ولادت اور بچے مغربی انسان کے لئے ایک مسئلہ بن گئے۔

جدید مغرب کے شہری تمدن میں عیش پسندی اور مادہ پرستی نے ایک وبا کی شکل اختیار کرلی۔ انسان نے سادگی کو خیر باد کہا۔ خواہشات اور تمنائیں بہت بڑھ گئیں' غریبوں نے امیروں کے سے خواب دیکھنے شروع کر دیئے۔ مال کی نمائش بڑھ گئی' قناعت حماقت قرار پائی' خود غرضانہ نقطہ نظر اور انفرادی مزاج عام ہوا' ہر شخص اپنی لذت اندوزی اور عیش کوشی کو مقصد حیات سمجھنے لگا۔ آزادی کا مادر پدر آزاد تصور لیلائے خیال بنا' مال کے حصول کی ایک ہوڑ اور نہ بجھنے والی پیاس پیدا کی گئی۔ اور ان امراض کو کنٹرول کرنے والے اخلاق و مذہب کے تو تصور کو بھی ذبح کر دیا گیا۔ ان حالات میں مغربی انسان کو نظر آیا کہ وہ جو کماتا ہے وہ تو اس کی اپنی پیاس کو بجھانے کے لئے کافی نہیں ہو رہا' وہ جتنا کماتا ہے اس سب کو لٹا کر بھی اس کو وہ عیش نہیں مل سکتے جو اس کے آئیڈیل سرمایہ داروں کو حاصل ہیں۔ لہٰذا اس کی آمدنی میں سے بچوں کا حصہ کہاں سے نکلے گا۔ پھر بچے ہوں گے تو اس کے اوپر ان کی بھی سماجی ذمہ داریاں ہوں گی۔ پھر اس کے پاس اپنی عیاشی اور رنگ رلیوں کے لئے وقت کہاں سے آئے گا۔

اس معاشرت اور انداز فکر کو (فطری ترتیب کے مطابق) خوشحال لوگ اختیار کرتے گئے' یہاں تک کہ یہ سماج کا عام کلچر اور فکر بن گیا' مادہ پرستی اور عیش کوشی کی اس تہذیب میں عورت کو بھی نئی نئی پیاسیں لگتی رہیں۔ مرد کی آمدنی اس کے لئے ناکافی ثابت ہوئی' خوابوں کے جزیروں تک پرواز کے لئے اس نے بھی ملازمت کی' اقتصادی دوڑ میں وہ بھی شامل ہوئی' اس کو اپنے خاندان کے اقتصادی بوجھ میں بھی حصہ بٹانا تھا اور اپنی ذاتی تمناؤں اور آرزوؤں کے لئے بھی کمانا تھا' اس کے سامنے بھی پڑوسی کی اور شہر کی بڑی بڑی میم صاحبات اور ان کے عیش و عشرت کے آدرش تھے' اب وہ گھر کا بار کیوں اٹھائے؟ کہاں تک بچوں کے جھمیلوں میں پڑے؟ حمل و ولادت کی تکلیفوں اور رضاعت و پرورش کے مسئلوں اور گھر بار کی ذمہ داریوں کے ساتھ اس کے لئے اس عیش و عشرت اور تفریح کی کہاں سے گنجائش نکل سکے گی جس کی تمناؤں میں وہ صبح و شام کرتی رہی ہے۔ اور جس کے خوابوں میں وہ جوان ہوئی ہے؟

پھر بے حیائی اور بدکاری کے سیلاب نے (معاذ اللہ) عورت کو ہر وقت ایک نئے مرد کے استقبال کے لئے تیار رہنے کا جذبہ دیا' ان آزادیوں میں اولاد بری طرح حائل ہوتی ہے' اب اس سے بچنے کا صور شیطان نے پھونکا' اس طرح ایک تعداد تو مستقل طور پر لاولد ہی رہتی ہے۔ یا کبھی بڑھاپے کی دستک پا کر اس بوجھ کے لئے بھی تیار ہو جاتی ہے۔

بالآخر اس تمدن نے انسانیت کو سماجی نظام سے محروم کر ہی دیا۔ رفتہ رفتہ اس تہذیب کی راہ میں ''خاندان کی منصوبہ بندی'' ایک منزل نہیں مرحلہ اور سفر کا پڑاؤ ثابت ہوئی' اور اب تو نوبت بانیجا رسید کہ مغرب میں خاندان ہی کا وجود نہیں بچ رہا' منصوبہ بندی کس کی کی جائے؟

سلسلہ خطبات جمعہ　　شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

موت ایک اٹل حقیقت

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد عن عبد الله ابن عمر قال اخذ رسول ببعض جسدی فقال کن فی الدنیا کانک غریب اوعا بر سبیل وعد ننفسک من اصحاب القبور وقال لی یا ابن عمر اذ اصبحت فلا تحدث نفسک بالمساء و اذ امسیت فلا تعدنفسک بالصباح وخذمن صحتک قبل سقمک ومن حیاتک قبل موتک فانک لاتدری یا عبد الله ما اسمک غدا (بیهقی)

ترجمہ: حضور ﷺ نے ابن عمرؓ کو کندھے سے پکڑ کر فرمایا' تم دنیا میں رہتے ہوئے اپنے مسافروں کی طرح سمجھو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو پھر فرمایا اے ابن عمر جب صبح اٹھو شام کا انتظار نہ کرو اور جب شام ہو تو صبح کا انتظار مت کرو بیماری سے پہلے صحت میں اچھے کام کرو اور مرنے سے قبل زندگی میں جتنا ہو سکے کر لو کچھ پتہ نہیں کہ کل تمہارا نام کیا ہوگا آیا زندہ رہ کر زندوں میں شمار ہوگے یا مر کر مردے کے نام سے پکارے جاؤ گے۔

مقصد تخلیق سے غفلت: آج مسلمانان عالم دنیا کی گہما گہمی میں اس طرح گم ہو چکے ہیں کہ مقصد تخلیق بھولنے کے ساتھ ساتھ اس فانی دنیا کے رخصتی یعنی موت سے بھی بالکل غافل ہو کر اسے بھلا چکے ہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ کے تمام فیصلوں کے مانند مرنے کا فیصلہ بھی ایسا اٹل حکم ہے کہ نہ اس سے بچاؤ کی کوئی صورت ہے اور نہ اس سے انکار کی بڑے بڑے فلاسفہ حکماء دانشور جو اپنے عقل و دانش اور فاسد نظریات و تصورات کے غرور میں مبتلا ہو کر خدا تک کے وجود سے انکار کر چکے ہیں۔ رسالت و نبوت' قیامت' جزا و سزا' جنت و دوزخ' عالم برزخ کے حالات و کیفیات سے انکار تو ان سب کا قدر مشترک ہے مگر ان میں سے کسی میں ہمت نہیں کہ نظریہ موت کا ابطال کریں کیونکہ دنیا کے وجود سے لیکر روز قیامت تک صبح و شام اس عالم فانی سے کوچ کرنے کا سلسلہ جاری ہے اگر بچنے کی کوئی صورت ہوتی تو لوگوں کو موت سے بچانے والے حکماء و اطباء تو موت کے منہ میں کبھی نہ جاتے گویا مرنے پر تو تمام مذاہب کے ماننے والے اور مذہب کے قید و بند سے آزاد سب لوگ متفق ہیں۔

موت کا وقت متعین نہیں: اور پھر سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس ترقی یافتہ دور میں جب کہ نئے نئے مشینوں

اور آلات کی بھرمار ہے۔ ان گنت آئندہ امور کے آمد کی پیشنگوئیاں اور دعوے کئے جاتے ہیں اس کے باوجود موت کا آنا ایسا امر ہے جس کے آمد اور وقت کے یقین کے بارے میں سارے جدید علوم گنگ ہیں روزانہ مشاہدہ ہے کہ ظاہری طور پر موت کی دہلیز پر زندگی سے مایوس مریض اور معمر ترین اشخاص کی زندگیاں طویل ہو جاتی ہیں اور جس کے بارے میں وہم و خواب میں بھی نہ ہو صحیح و سالم اور جوان کی موت کی خبر آ جاتی ہے۔ موت کے یقینی ہونے پر مسلم اور غیر مسلم کے متفق ہونے کے بعد راستے الگ ہو جاتے ہیں۔ اکثر غیر مسلم و آخرت کے عقیدہ سے عاری لوگوں کے خیال میں انسان کے پیدائش اور سارے کارخانہ عالم کے وجود میں آنے کا مقصد صرف دنیا میں چند سالہ زندگی گزارنا' اس سے لطف اندوز ہونا اور پھر بس آگے کچھ نہیں اور مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اس مختصر زندگی کے بعد اصل مراحل جو کہ عالم برزخ' حشر نشر' روز قیامت جزا اور سزا جنت و دوزخ پر مشتمل ہیں' طے کرنے ہیں اور اس چند روزہ یا چند سالہ زندگی کا حجم اور حدود اربعہ مرنے کے بعد کی طویل زندگی کے مقابلے میں ایک بڑے دریا و سمندر سے ایک پرندہ کا اپنی چونچ میں پانی کا قطرہ لینے سے بھی کم ہے۔

<u>پیدائش مرنے کا تمہید:</u> کیونکہ ایک عقلمند و باکردار مسلمان کا عقیدہ یہی ہوتا ہے کہ اس کا پیدا ہونا تمہید ہے اور اس کے مرنے کا اور اس کا پیدا ہونا اس مقصد کے لئے ہے کہ خالق و مالک کے اوامر کی تعمیل اور نواہی سے بچا جائے اور وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کا بالکل واضح صریح ارشاد ربانی قدم قدم پر انسان کا وظیفہ حیات کو اسے یاد دلاتی رہتی ہے۔ بدقسمتی سے ہم مسلمان اپنا یہ مقصد حیات بھول کر دنیا کی رنگینیوں میں ایسے پڑ گئے کہ مرنے اور اس کے بعد کے حالات سے مکمل بے رخی اختیار کر چکے ہیں جس کے نتیجہ میں امت مسلمہ آج ذلیل اور خوار ہو کر نہ خدا کے رہے اور نہ دنیاوی اعتبار سے ترقی یافتہ اقوام میں شامل ہو سکے۔ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم کے مصداق بن گئے اسی لئے راہ حق سے بھٹکے ہوئے لوگوں کے صراط مستقیم پر آنے کے لئے خطبہ کے ابتداء میں ذکر کردہ حضور ﷺ کا قول زریں اکسیر اعظم ہے کہ دین و مذہب اور اس کے احکامات سے غفلت کا ازالہ اس صورت میں ممکن ہے کہ دنیا اور اس کی عیش و راحت کو مستقل ٹھکانہ نہ سمجھے باقی رہنے والی چیز کو فانی چیزوں پر ترجیح دے کر اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرے یہ تصور و یقین نہ کرے کہ کل کا دن بھی میری عمر میں شامل ہو کر میں زندہ رہوں گا۔

<u>دنیا میں رہنے کا لائحہ عمل:</u>

مرشد اعظم ﷺ کا ارشاد ہے: کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل

ترجمہ: دنیا میں اس طرح رہو کہ تم مسافر ہو یا راستہ عبور کرنے والا۔

وعد نفسک فی اصحاب القبور (بخاری) اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کر۔

بار بار تنبیہ کی جاتی رہی کہ دنیا اور اسباب دنیا میں غافل رہ کر اس مختصر دور کے بعد ایک طویل زندگی یعنی قبر کے مرحلے کو

بھولنا نہیں بلکہ قدم قدم پر مرنے کے بعد کے حالات کو سامنے رکھ کر اس فانی دنیا میں حیات مستعار گزارنی ہے۔

آج اگر ہم میں سے کسی کو کہا جائے کہ مقررہ وقت میں ایک خطرناک مہم پر روانہ ہونا ہے' جہاں اندھیرا' تنہائی' گھٹن' حشرات الارض یعنی سانپ' بچھو اور دیگر زہریلے وخونخوار حیوانات کی موجودگی کا امکان ہو تو ہیبت طاری ہونے کے بعد ہم ان پرخطر مراحل سے گزرنے اور اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے ذرائع وسائل کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو کر دن رات کا آرام اپنے اوپر حرام کر دیتے ہیں جبکہ ان مصائب وآلام کا موجود ہونا بھی یقینی نہیں۔ بلکہ وہم وامکان کا درجہ رکھتا ہے۔ اور پھر دنیوی ضرر رساں اشیاء کا ضرر موت کے بعد جس ضرر کا یقین ہے کہ مقابلہ میں ایک نسبت ہزار سے بھی کم ہے۔ بلکہ دینوی تکالیف سے مقابلہ بھی ناممکن ہے' سے بچاؤ کے تو ہزاروں وسیلے اختیار کرتے ہیں اور مرنے کے فوراً بعد جن مراحل کا سامنا کرنا ہے اسے ہم نے نسیاً منسیا کر دیا ہے جہاں ناکامی کی صورت میں عذاب ہی عذاب ہے سکون وراحت نام کی شے بھی نہیں اور کامیابی کے بعد اطمینان خوشی اور انعامات کی ایسی بارشیں ہیں کہ اس میں غم اور آزردگی کا نام ونشان نہیں حضرت لقمان کا پند ونصائح سے بھرپور مقولہ ہے کہ مصائب دنیا کو سہل خیال کرو اور موت کو ہر وقت پیش نظر رکھو۔

عذاب قبر:

موت کے بعد دفناتے ہی قبر جو کہ عالم برزخ کہلاتا ہے' کا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جہاں کے حالات واقعات کا علم قرآن وسنت کے وضاحت ہدایات کی صورت میں ہم سب کے سامنے ہیں۔ حضور ﷺ جیسی عظیم شخصیت انبیاء کے سردار سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے کی بشارت زندگی ہی میں پانے والے جلیل القدر معصوم رسول بھی' عذاب قبر سے بار بار پناہ مانگتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ عذاب قبر سے پناہ مانگتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔ اللھم أنی اعوذبک من عذاب القبر و من عذاب النار من فتنة المحیا و الممات ومن فتنة المسیح الدجالِ (بخاری شریف) ''یا اللہ میں آپ کے ذریعے عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہوں اور جہنم کے عذاب اور زندگی اور موت اور دجال کے فتنہ سے بھی پناہ طلب کرتا ہوں۔''

قبر کے عذاب کے احساس وادراک سے اگرچہ انس وجن زندگی میں عاری ہیں جو کہ اللہ کے خاص مصلحت ابتلاء وآزمائش ہی کا نتیجہ ہے مگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کے علاوہ دیگر جانور عذاب قبر کی آوازوں کو سنتے ہیں' حضورؐ کا ارشاد ہے :ان اھل القبور یعذبون فی قبورھم عذاباً تسمعه البھائم (بخاری شریف) تحقیق قبروں والوں کو جب ان کی قبروں میں عذاب ہوتا ہے اسکو جانور بھی سنتے ہیں۔ بخاری شریف کی روایت کے مطابق جب منافق اور کافر سے قبر میں سوال جواب کا سلسلہ شروع ہو کر وہ صحیح جواب دینے میں ناکام ہو جاتا ہے تو فرشتے اس کو لوہے کے بھاری ہتھوڑے سے اتنے زور سے مارتے ہیں' وہ اتنا چیختا چلاتا ہے کہ اس کی

کربناک آوازیں انسان و جنات کے علاوہ وہاں قریب موجود جاندار سنتے ہیں۔

فکر آخرت کی اہمیت: آج مسلمان زبان سے تو موت کا ذکر کرتے رہتے ہیں کہ مرنا ہے۔نکیر و منکر کے سوالات ہوں گے۔گھپ اندھیرے میں صرف عمل صالح ہی کار آمد اور نجات کا ذریعہ ثابت ہوگا وغیرہ' مگر ہماری ان باتوں کا تعلق صرف زبان ہی تک محدود رہتا ہے' کبھی ان تصورات کو ہم بہت کم دل کی گہرائیوں میں جگہ دیتے ہیں' ہمارے اعمال' معاملات گواہی دیتے ہیں کہ ہم موت اور اس کے بعد کے حالات کے قائل ہی نہیں۔ جتنا ذوق وشوق محبت اور محنت دنیا اور دنیاوی امور کے لئے ہم سے سرزد ہوتا ہے' اس کا عشر عشیر بھی ہمارے قلوب میں موت اور اس کے بعد آخرت کے بارے میں نہیں ہوتا' دنیا میں رہنے کے لئے دن رات ہم سکون و آرام کے اسباب کی تلاش میں مگن رہتے ہیں۔ جبکہ دنیا اور اسکے آرام و آلام دونوں عارضی ہیں' اور موت او راس کے بعد کی زندگی کے اعزازات و اکرامات جو کہ دائمی ہیں' اس کے متعلق دل سے کبھی سوچا تک نہیں' غریب سے غریب تر بھی ہر لحہ اس فکر میں ہے کہ دنیا میں بہترین مکان مل جائے' بنگلہ ہو' وسیع و عریض لان ہو جدید آسائشوں سے مرصع ہو' جس میں زندگی کی تمام قسم کی خوشیاں موجود ہوں' راہ گزر مکان کو دیکھ کر انگشت بدندان رہ جائے' اس قسم کی حسرت بہت کم خوش نصیبوں کے دل میں ہوگی' کہ خدا کے سامنے جب پیش ہوں' ایسی جنت ملے' جو باغات پر مشتمل ہو۔کامثال اللؤ لؤ المکنون ۔ہو دائمی اطمینان وسکون ہو' خوشی ہی خوشی ہو اور رنج وغم کا تصور تک نہ ہو' دنیا میں مصیبت سے بچنے کے لئے سینکڑوں تدابیر اختیار کئے جاتے ہیں' اور مرنے کے بعد پیش آنے والے مصائب کے بارے میں فکر مند ہونا تو دور کی بات ہے کبھی خواب میں سوچنے تک کی بھی زحمت نہیں کرتے' خلاصہ یہ کہ اتفاق سے کبھی ذکر موت اور آخرت کر کے یہ تصور کرنا کہ ہمیں فکر موت اور آخرت ہے اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے سوا کچھ نہیں' کیونکہ آج کے مسلمانوں کا عمل حقیقی معنوں میں فکر موت و آخرت کرنے والوں کے بالکل برعکس ہے۔

موت وصال محبوب کا وسیلہ ہے:

الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب کا مصداق دیندار و اہل اللہ ہوتے ہیں' جو اس عارضی گھر یعنی دنیا سے جدا ہونے پر رنجیدہ ہونے کی بجائے اس پر خوش ہوتے ہیں ان کے مقابلہ میں مادہ پرست اور ہوس دنیا میں مبتلا لوگ اسے مستقل ٹھکانہ سمجھ کر اس سے جدا ہونے کے تصور سے بھی کانپ جاتے ہیں۔حالانکہ مرشد اعظم ﷺ کا ارشاد ہے عن عبداللہ ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ الدنیا سجن المؤمنین وسنة واذا فارق الدنیا فارق السجن والسنة (رواہ فی شرح السنة) ''عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور قحط ہے جب مومن دنیا سے الگ ہو جاتا ہے تو گویا وہ قید و قحط سے جدا ہوا۔''

مولانا عتیق الرحمان سنبھلی *

''برہمن'' کی پختہ زُنّاری بھی دیکھ!

بُش اور بلیر اینڈ کمپنی کو ''برابر کی چوٹ'' کا اب تک کوئی نہ مل رہا تھا۔ یہ کمی بالآخر عراق میں فلوجہ کے ابومصعب زرقاوی نے پچھلے دنوں پوری کی۔ مگر افسوس کہ یہ کمی جس مقابلہ میں پوری ہوئی اس میں بھی جیت کمپنی کی ہوئی۔ زرقاوی برابر رہ کر بھی ہار گئے۔ برابر وہ اس معنی میں رہے کہ مسٹر بلیر نے اگر ان کے مطالبہ پر جھکنے سے انکار کیا اور شدید اندرونی دباؤ کے باوجود انکار پر قائم رہے، تو زرقاوی نے بھی ہر طرف سے آنے والی اپیلوں کے دباؤ کا اسی ''ثابت قدمی'' سے مقابلہ کیا اور اپنا قول کہ ''عراقی عورتوں کو امریکن جیل سے نکلواؤ ورنہ تمہارا آدمی (کینتھ بیگلے) جو ہمارے ہاتھ میں ہے قتل کر دیا جائے گا!'' پورا کر دکھایا۔ مگر زرقاوی برابری ثابت کر کے بھی اس لئے ہارے کہ انہوں نے جو کیا وہ نہایت افسوسناک عمل تھا۔ ان کے ہاتھ میں جو انگریز انجینئر تھا اس کا انہوں نے کوئی گناہ نہیں بتایا تھا۔ بلیر اور بش کے گناہوں کے عوض ان کے ایک بے گناہ ہم قوم کا قتل سراسر گناہ تھا۔ اس نے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کئے جانے کی اس مہم کو تقویت بھی پہنچائی جس کے بادل اٹھا کر افغانستان اور عراق پر چڑھائی کی راہ نکالی گئی تھی۔ اور بلیر اس کے برعکس جیتے ہوئے یوں نظر آئے کہ یہ ان کے لئے ایک سخت آزمائش کا موقع تھا۔ اور اس موقع پر زرقاوی کی مانگ کے جواب میں جو فیصلہ انہوں نے کیا وہ گویا تلوار کی دھار پہ چلنا تھا۔ مگر ان کے منصب کا تقاضہ یہی تھا۔ ملک اور پارٹی کا وقار اس سے وابستہ تھا۔ سخت حالات میں بھی منصب کے تقاضوں سے وفاداری نہ چھوڑنا بڑائی دینے والی بات ہے۔

اس قصہ کے دن ستمبر کے آخری ہفتہ کے وہ دن تھے کہ مسٹر بلیر کی لیبر پارٹی کی سالانہ کانفرنس کا آغاز ہونے جا رہا تھا۔ اور اس کانفرنس میں پارٹی کے ان لوگوں کی بھاری تعداد کا سامنا بلیر کو کرنا تھا جو عراق پر چڑھائی کے معاملہ میں پہلے دن سے بلیر پالیسی کے کھلے مخالف تھے اور اب حالات وشواہد نے بلیر کو تمام تر غلط اور ان کو صحیح تر ثابت کر دیا تھا ایسے میں ایک برطانوی شہری کی جان کا معاملہ جو بلیر پالیسی ہی کا نتیجہ تھا ایک بڑی جذباتی فضا ان جنگ مخالف لوگوں کے حق میں پیدا کر دینے والا معاملہ تھا۔ ان کے سوا بیگلے کا خاندان بھی جہاں زرقاوی سے رحم کی اپیلیں کر رہا تھا وہاں اپنے وزیر اعظم پر بھی یہ جان بچانے کے لئے دباؤ ڈالنے کا کوئی طریقہ نہیں چھوڑ رہا تھا۔ ٹی وی کیمرے ان کو پورا تعاون

---

* چیئرمین ورلڈ اسلامک فوم لندن ۔ یو۔ کے

دے رہے تھے۔ بیگلے کی بوڑھی ضعیف ماں روتی ہوئی بیٹے کی رہائی مانگتی اسکرین پر دکھائی جارہی تھی۔ ایسے سخت دباؤ کے ماحول میں ایک جمہوری حکمراں کے لئے آسان نہ تھا کہ وہ اپنے فیصلہ پر آخر تک قائم رہ جائے۔ بلیر نے یہ کمزوری دکھانے سے انکار کرکے یقیناً پالا جیت لیا۔ عراق پر امریکی فوج کشی میں ان کی شرکت کتنی ہی قابل مذمت ہو وہ ایک دوسری بات ہے۔ یہاں اس سے ایک بالکل الگ مسئلہ کی گفتگو ہے۔ یہ بحیثیت لیڈر ایک خاص کردار کا مسئلہ ہے۔ ٹونی بلیر نے ثابت کیا کہ وہ اس کردار کے معاملہ میں پوری طرح قابلِ اعتماد ہیں۔ انہوں نے اپنے ایک شہری کی جان کھو کر آئندہ کے لئے ایسی مزید آزمائش کا راستہ بند بھی کردیا اور ملک کا وقار بھی بچالیا۔

اس آزمائشی منظر سے نظر بے اختیار اپنے یہاں کے اس منظر کی طرف جاتی اور اداس ہوتی ہے جس میں قائدانہ کردار کی یہ صلابت واستقامت نہیں ملتی۔ امریکی برطانوی سامراجیت نے جب ۲۰۰۱ء میں افغانستان کا رُخ کیا تو پڑوسی پاکستان میں جن لوگوں نے خود اس کے مقابلہ کا عزم ظاہر کیا اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو اس معاملہ میں ساتھ دینے کے لئے پکارا وہ حالات کی سختی سے رفتہ رفتہ اس قدر بدلے ہوئے نظر آرہے ہیں کہ جیسے وہ لوگ کوئی اور تھے جنہوں نے اس وقت وہ باتیں کی تھیں۔ امریکہ اور برطانیہ نے افغانستان پر قناعت نہ کرکے عراق کو بھی روند ڈالا ہے۔ مگر ان کا یہ فاصلہ بڑھانے والا عمل الٹا فاصلوں کو کالعدم کرنے والا ثابت ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ ۲۰۰۱ء میں جس افغانستان پر یہ لوگ عذاب بن کر نازل ہوئے تھے وہ طالبان کا افغانستان تھا۔ "طالبان" کا لفظ آپ سے آپ بھی "مدرسہ" سے ان کے رشتہ کی طرف اشارہ کرتا تھا' پھر مدرسے خود بھی آگے بڑھ بڑھ کر ان سے اپنا رشتہ دکھا رہے تھے۔ طالبان سے فارغ ہوتے ہی امریکہ اور اسکے ساتھ ساتھ کم وبیش تمام مغربی ممالک نے ضروری جان لیا کہ "طالبان" سے آئندہ کے لئے اطمینان حاصل کرنے کا پاکستان (بلکہ دنیا بھر) کے مدارس کی "اصلاح" لازم ہے۔ ورنہ یہ "نرسری اگر" باقی رہی تو "سرپھرے" پھر ضرور نکلتے رہیں گے۔ اس سلسلہ میں ان کی یہ مرکزی سوچ کوئی راز نہیں کہ وہ یہاں کے دینی تعلیم کے نظام کو اس "اعتدال پسند" (Moderate) اسلام کی تعلیم کے نظام سے بدلا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں جس کے فارغین کو ان کے اس تصورِ زندگی سے ہم آہنگی میں کوئی دقت نہ محسوس ہو جسے وہ ڈیماکریسی اور لبرٹی وغیرہ کی اصطلاحات سے ادا کرتے ہیں۔

اس صورت حال میں توقع کی جاتی تھی کہ طالبان کو بچالینا اگرچہ پاکستان کے دینی قائدین کے بس کی بات نہ تھی۔ اور یوں وہ ایک ملک بھی الگ تھا۔ مگر یہ جو خود پاکستان کے مدارس نشانہ پر رکھے جارہے ہیں ان کو تو وہ اپنے جیتے جی مغربی "اصلاحات" کا شکار ہرگز نہ ہونے دیں گے۔ مگر ہم ایک حیرت زدگی کے عالم میں خبریں پڑھتے ہیں کہ مغربی ممالک کے سفارت کار ہمارے مدرسوں میں گھوم پھر رہے ہیں۔ اور نظامِ تعلیم کی جدید کاری کے لئے ہمہ جہت تعاون کی پیش کشیں اُن کی زبانوں پر ہیں۔ دل پوچھتا ہے' کیا ان لوگوں کے لئے کسی بھی درجہ میں ہمارے ہمت افزاء رویہ کا

کوئی جوڑ افغانستان پر بمباری کے وقت والے ہمارے جذبات اور رویہ سے لگایا جا سکتا ہے؟ کسی کو اگر ان لوگوں کی ڈپلومیٹک زبان کے جادو سے کوئی دھوکہ ان کے مقاصد وعزائم کے بارے میں ہو گیا ہو تو مسٹر بلیر کی اسی کانفرنس کی تقریر پڑھ لینی چاہیے جس کا ذکر اوپر آیا۔

اس کانفرنس پر عراق کا مسئلہ چھایا رہا تھا اور جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا اس مسئلہ پر مسٹر بلیر کو خود اپنی پارٹی میں پہلے دن سے سخت مخالفت کا سامنا ہے' اس کانفرنس کا موقع بظاہر ان کے لئے اس سلسلہ کی آزمائشوں کا آخری اور سخت ترین موقع تھا۔ مگر تمام سابقہ موقعوں کی طرح وہ اس بار بھی پار ہو جانے کی صلاحیت کا ثبوت دے گئے' یا کہئے کہ قسمت ساتھ دے گئی۔ برطانوی صحافیوں اور تجزیہ نگاروں کے اندازوں اور ذرائع کے مطابق مسٹر بلیر کو اس کانفرنس کے لئے تقریر کی تیاری میں بذاتِ خود بہت محنت کرنا پڑی تھی۔ اور کیس جس قدر کمزور تھا اور جیتنا بہر حال تھا' تو اس کے لئے ضرور ایسا ہوا گا۔ اس تقریر میں یوں تو اور بھی بہت کچھ تھا۔ مگر اصلاً جو چیز محنت طلب تھی وہ عراق پر جا پڑنے کا جواز ان سب باتوں کے باوجود بتانا جنھوں نے جواز کے لئے بنائے گئے سارے کیس کی بخیہ ادھیڑ ڈالی ہے۔ نیز اس تقاضہ کو رد کرنا کہ اب جو ناساز گار حالات وہاں پر ہیں ان کی بنا پر وہاں سے نکل آنا چاہیے۔ نکل آنے کے تقاضہ کو رد کرتے ہوئے جو کچھ موصوف نے کہا اس میں پاکستانی مدرسوں کا بھی صراحۃً ذکر خیر ہے۔ اور اس طور پر کہ ابھی عراق سے نکل آنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ یہ جو عراق میں اور جہاں تہاں دہشت گردی سر اٹھائے ہوئے ہے اور ہماری مہم کا اصل ہدف وہی ہے اس کے تو سرچشموں تک ہمیں پہنچنا اور تباہ کرنا ہے اور ان سرچشموں میں سے ایک ہیں پاکستان کے مدرسے۔ لیجئے۔ تقریر کا یہ متعلقہ حصہ یہاں پڑھ لیجئے:

There are two views of what is happening in the world today. One view is that what is happening is not qualitatively different from the terrorism we have always lived with......

.... We try not to provoke them and hope in time they will wither.

The other view is that this is a wholly new phenomenon, worldwide terrorism is based on a perversion of the true, peaceful and honourable faith of Islam; that its roots are in the madrassas of Pakistan, the extreme form of the Wahabi doctrine of Saudi Arabia, in the former training camps of al-Qaedah in Afghanistan. If you take this view, the only path to take is to confront this terrorism, remove its root and branch and at all cost stop its acquiring the weapons to kill on a massive scale. (The Time 30 Sept.2004)

ترجمہ: ''آج جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اس کے بارے میں دو نقطہ نظر ہیں۔ ایک یہ کہ یہ دہشت گردی کوئی نئی نرالی چیز نہیں' یہ ہوتی ہی آئی ہے۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں کہ ان لوگوں کو چھیڑا جائے' یہ خود ہی ختم ہو جائیں گے۔ دوسرا نقطہ نظر (جو خود بلیر صاحب کا ہے) یہ ہے کہ

ایک بالکل نرالا ظہور ہے۔ یہ عالمگیر نوعیت کی دہشت گردی ایک سچے' پر امن اور قابل عزت دین' اسلام' کی تحریف پر مبنی ہے۔ اور اس کی جڑیں ہیں پاکستان کے مدرسوں میں' سعودی وہابیت کی اِنتہا پسندانہ شکل میں اور القاعدہ کے سابق افغانی ٹریننگ کیمپوں میں۔ اس نقطہ نظر کو قبول کیا جاتا ہے تو پھر واحد راہ عمل یہ ہے کہ اس دہشت گردی سے ٹکرایا جائے' اس کی جڑوں اور شاخوں سب کا صفایا کیا جائے اور کسی بھی قیمت پر یہ نوبت نہ آنے دی جائے کہ اس کے ہاتھ میں وسیع پیانہ پر مار دھاڑ کے ہتھیار آ جائیں۔''

کیا اس اقتباس کو پڑھ کر بھی کوئی شبہ رہنا چاہیے کہ یہ جو ہمارے مدارس کے لئے مغرب کی چھاتیوں میں ایک دم سے ''دودھ اُتر آیا'' ہے اس کا اصل مقصد کیا ہے؟ بش اور بلیر جو اس مہم کے پیشوا ہیں ان میں سے بلیر صاف بتا رہے ہیں کہ وہ مدرسوں کی موجودہ تعلیم کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اس کو انہیں' بزعم خود' اسی طرح جڑ سے اکھاڑ دینا ہے جس طرح افغانستان سے القاعدہ کے ٹریننگ کیمپ صاف کر کے ''سابق'' بنا دیئے گئے۔

ہمیں تو یہی سمجھنا کچھ مشکل ہو رہا تھا کہ جنرل پرویز صاحب نے حکومت سنبھالنے کے بعد سے جو مدارس کی ''اصلاح'' کا علم اٹھایا تو ہمارے اہلِ مدارس اپنے رویہ سے یہ ظاہر کرنے کے لئے باوجود یہ کہ وہ اس سے خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ جنرل صاحب سے کبھی یہ کیوں نہ پوچھ سکے کہ دستورِ پاکستان کی کون سی شق حکومت کو مجاز بناتی ہے کہ ان آزاد دینی مدراس کے نصاب تعلیم میں کچھ اپنی منشأ داخل کریں؟ ہم نے اس خیال کے ماتحت دستورِ پاکستان کی ورق گردانی بھی کی اور کوئی ایسی شق وہاں دکھائی نہ دی۔ یہاں' ے نصاب تعلیم میں کوئی چیز ایسی داخل ہو جو دستور کی رو سے ناروا ہو تو حکومت اس کو بے شک کہے کہ اصلاح کی جائے۔ مگر اس کے ماسوا تو صرف ایک عام شہری والے حق سے بس رائے زنی جائز ہو سکتی ہے' اس سے زیادہ نہیں۔ لیکن اب اس پر مزید جو یہ مغربی سفارت کاروں کے ساتھ معاملہ دیکھنے میں آ رہا ہے وہ تو یہ تاثر دیتا ہے کہ دل شاید ''ناتواں'' تھا جو مقابلہ میں دم توڑ گیا ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ اندیشہ گزر رہا تھا کہ اس میں کہیں دخل القاعدہ کی طرف منسوب ابو مصعب زرقاوی جیسے جیالوں کے طرز عمل کا نہ ہو جس کے حوالہ سے اسلام اور اسلامی تعلیم کے اداروں کو بدنام کیا جا رہا ہے۔ کہیں اس پروپیگنڈے کے دباؤ میں تو یہ دینی قیادت نہیں آ گئی؟ خاص کر ایسے حالات میں کہ اندر خود اپنی حکومت بھی وہی ایجنڈا لئے ہوئے چل رہی ہے! لیکن ابو مصعب زرقاوی جیسے لوگ تو تمام تر جناب بش اور بلیر کی اس سفا کی کا ردِعمل ہیں جس کی گواہ افغانستان کی اور عراق کی سرزمین ہے اور جس پر خود امریکہ اور برطانیہ کے لاکھوں لوگ اپنے صدر اور وزیر اعظم کو لعنت کناں اور شرمسار ہیں۔ امریکی صدر بش اپنی عالمی سطح کی ذمہ دارانہ حیثیت کے باوجود اگر دو تین ہزار امریکنوں کی موت پر اس قدر آپے سے باہر ہو سکتے ہیں کہ مفلوک الحال افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجا کر بھی تسکین نہ پائیں تو عراق پر توڑی گئی ایسی قیامت سے' جس کے لئے یہاں بھی بغیر جعل سازی کے میسر نہ تھا زرقاوی جیسے جوانوں کا عربوں میں نکل آنا' اسے کیونکر بجز ردعمل ماننے کے ہم سے کوئی تیار ہو سکتا ہے؟ مگر افسوس کے ایک خبر ہمارے اندیشہ کو عین واقعہ اور حقیقت بتانے والی سامنے

آ کر رہی ہے۔ اور مسٹر بش اور بلیر کی اپنے ایک انتہائی شرمناک موقف پر ڈھٹائی کے ہم معنی مضبوطی کے مقابلہ میں اپنوں کی لچک کا منظر دیکھ کر علامہ اقبال کا یہ نوحہ یاد آ گیا ہے۔

دیکھ مسجد میں شکست رشتۂ تسبیح شیخ
بتکدہ میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ

یہ خبر اسلام آباد میں ۱۶ ستمبر کو منعقدہ ''پہلی بین المذاہب کانفرنس'' کے حوالہ سے ہے۔ ماہنامہ ''الشریعہ'' گوجرانوالہ شمارہ اکتوبر ۲۰۰۴ء میں تفصیل سے نقل ہوئی ہے۔ اس کانفرنس کے داعی وفاق المدارس کے سیکرٹری جنرل مولانا محمد حنیف جالندھری تھے' مولانا کے استقبالیہ کا جو اقتباس خبر میں دیا گیا ہے اس کے یہ دو تین جملے ہمارے موضوع گفتگو سے تعلق رکھتے ہیں۔

''انہوں نے مدارس کے کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ان اداروں سے فارغ التحصیل ہونے والے افراد معاشرہ کے اصلاح کا اہم ذریعہ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ دین و مذہب کا دہشت گردی سے کوئی وساطہ نہیں اور ہم سب ملک کر دہشت گردی کے خلاف کام کریں گے۔''

عام حالات میں ان جملوں کا ہر لفظ مکمل تائید کا مستحق ہے۔ مگر اس وقت امریکہ اور برطانیہ (یعنی جناب بش اور بلیر) نے دہشت گردی کی اصلاح کو مبہم رکھ کر (اور باوجود دنیا کے اصرار کے اس مفہوم کا تعین یو این او میں بھی نہ ہونے دے کر) جو ستم اس اصطلاح کی آڑ میں اپنی سامراجیت کا مقابلہ کرنے والوں پر ہر طرف توڑ رکھا ہے اس کے بعد اس مبہم ''دہشت گردی'' کے خلاف مزاحمت کا عہد کرنے کے لئے (خاکم بدہن) امریکہ اور برطانیہ کے پروپیگنڈ طاقت کے آگے سپر ڈال دینے کے سوا دوسری تعبیر سمجھ میں نہیں آتی۔ اللھم قوفی رضاک ضعفنا وخذا الی الخیر بنو اصینا ولا تکلنا الی انفسنا طرفة عین۔

اس گفتگو میں روئے سخن اگرچہ خاص پاکستان کی طرف ہو گیا ہے' جس کی وجہ مخفی نہ ہونی چاہیے۔ مگر پڑوس ہندوستان کے اہل مدارس کے بارے میں بھی جو کچھ اسی طرح کی خبریں آنے لگی ہیں تو جو پاکستان والوں پر صادق آئے گا وہ بعینہٖ ان پر بھی۔ نیز یہ بھی واضح رہے کہ ہمارے مدارس کے نصابِ تعلیم میں تبدیلیوں کا جو سوال اٹھا ہوا ہے یہ لکھنے والا اصولاً اس کی تائید میں ہے۔ خود اس نے مدرسہ میں پڑھا اور احسان مند ہے۔ مگر روز بروز شدت سے محسوس کرتا ہے کہ اس نے جو وہاں پڑھا زمانہ کی دینی ضرورت کے لحاظ سے وہ کم تھا۔ مگر یہ تبدیلی اسلام کو مغربی تصور کے مطابق ''ماڈرن'' بنانے کے نقطہ نظر سے آئے اس سے اللہ کی پناہ!

بحث ونظر
مولانا ڈاکٹر اکرام اللہ جان قاسمی*

(آخری قسط)

اسلام...... مذہب رواداری یا دہشت گردی و انتہا پسندی؟!

☆ جب آپ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو کفار نے ہر طرح سے آپؐ کو ستانا شروع کیا۔ آپ ﷺ کے چچا ابوجہل اور ابولہب، آپؐ کے جانی دشمن بن گئے۔ ابولہب کے دو بیٹوں عُتبہ اور عُتیبہ کے ساتھ آپ کی دو صاحبزادیوں حضرت ام کلثومؓ اور حضرت رقیہؓ کا نکاح ہوا تھا۔ ان دونوں نے آپ کی صاحبزادیوں کو طلاق دیدی۔ اس طرح اہل مکہ نے خاندان قریش کا معاشرتی مقاطعہ (Social Bycot) کیا۔ یہ حالت سن ۷ نبوت سے ۱۰ نبوت تک جاری رہی۔ بھوک اور پیاس سے بچے بلبلا اٹھتے مگر اہل مکہ کو ان پر رحم نہ آیا۔ ان تمام حالات میں آپؐ نے صبر اختیار کیا[۱۵۶]

☆ ایک بار رسول اکرم ﷺ حرم شریف میں نماز پڑھ رہے تھے ابوجہل کے اکسانے پر بد بخت عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور گندگی بھری اوجھڑی لا کر سجدے کی حالت میں آپ ﷺ کے اوپر رکھ دی۔ کفار اس منظر کو دیکھ کر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ دوڑتی ہوئی آئیں اور اس گندگی کو آپ ﷺ کے جسم مبارک سے ہٹا دیا۔[۱۵۷]

☆ اہل مکہ سے ناامید ہو کر آپ نے دعوتِ اسلام کی غرض سے طائف کا سفر اختیار کیا۔ وہاں کے سرداروں نے دعوت قبول کرنے کی بجائے برا بھلا کہا اور لڑکوں کو پیچھے لگا دیا جنھوں نے پتھر مار مار کر آپ ﷺ کو لہولہان کر دیا۔ بخاری کی روایت کے مطابق اس وقت مختلف فرشتے آئے اور آپ ﷺ سے اہل طائف کی تباہی کی اجازت چاہی مگر آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اگر یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے مسلمان پیدا فرمائے گا۔[۱۵۸]

☆ ابوسفیان کی بیوی ہند اسلام لانے سے قبل سخت ترین دشمن اسلام تھی۔ اس نے رسول اکرمؐ کے چہیتے چچا حضرت حمزہؓ کو شہید کروا کر ناک کان کٹوائے۔ سینہ چاک کرایا اور دل و جگر نکلوا کر چبایا۔ فتح مکہ کے دن آپؐ کے بلند اخلاق اور بے مثال عفو و درگزر سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئی۔ آپ ﷺ نے اسکے اسلام لانے پر خوشی کا اظہار فرمایا۔[۱۵۹]

☆ حضرت حمزہؓ کو شہید کر کے ان کا سینہ چاک کرنے والا وحشی بن حرب تھا۔ جو ہند کا غلام تھا۔ (وحشی بن حرب کے لفظی معنیٰ ہیں جنگلی، لڑائی کی پیداوار) فتح مکہ کے بعد یہ طائف بھاگ گیا کیونکہ اہل طائف ابھی اسلام نہیں لائے

---

* ڈائریکٹر مرکزِ تحقیق اسلامی، پشاور

تھے مگر جب اہل طائف نے بھی اسلام قبول کرلیا تو وحشی کیلئے جائے پناہ نہیں رہی۔ اور جب مجبوراً دربارِ رسالت میں اسلام لانے کی غرض سے حاضر ہوا تو آنحضرت ﷺ نے اس کا اسلام قبول فرما کر سب کچھ معاف فرمایا (۱۶۰)

☆ عکرمہ بن ابی جہل اسلام لانے سے قبل باپ کی طرح سخت ترین دشمن اسلام تھا۔ فتح مکہ کے دن خوف کے مارے یمن بھاگ گیا۔ ان کی بیوی نے جو مسلمان ہو چکی تھی حضورؐ سے عکرمہ کے لئے امان طلب کیا اور عکرمہ جب دربار نبوت میں پہنچے تو حضورؐ فرطِ خوشی سے اس کی طرف ایسے دوڑے کہ چادر مبارک جسم اطہر سے کھسک کر نیچے گر پڑی۔ (۱۶۱)

☆ صفوان بن امیہ قریش کے سرداروں میں سے تھا اور کٹر دشمن اسلام تھا۔ اس نے عمیر بن وھب کو بھاری رقم کی لالچ دے کر آنحضرت ﷺ کے قتل کے ارادہ سے مدینہ بھیجا تھا۔ رسول اکرم ﷺ کو وحی کے ذریعہ اس کے ارادے کی اطلاع ہوگئی تھی جب وہ خدمت اقدس میں پہنچا تو آپ ﷺ نے اس کے اقدام سے پہلے ہی اس کے ارادے کی اطلاع اسے کردی اور فرمایا کہ تمھارے اور صفوان کے درمیان خانہ کعبہ کے پاس فلاں فلاں بات ہوئی تھی۔ یہ سن کر عمیر فوراً اسلام لے آیا۔ تاہم صفوان فتح مکہ کے دن بھاگا اور جدہ پہنچا جہاں سے یمن جانا چاہتا تھا۔ عمیر آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور صفوان کیلئے امان کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے اپنا عمامہ مبارک بطورِ امان کی نشانی عطا فرمائی۔ صفوان عُمیر کے ہمراہ دربارِ رسالت میں پہنچا۔ اور چار ماہ کی مہلت طلب کی۔ بعد میں اسلام قبول کیا۔ (۱۶۲)

☆ مسلمانوں کی خاطر ایک بار آپ ﷺ نے ایک یہودی زید بن سعنہ سے قرضہ لیا۔ مقررہ وقت ادائیگی سے قبل ہی وہ یہودی آیا اور آپ ﷺ سے نامناسب اور گستاخانہ انداز سے پیش آیا۔ حضرت عمرؓ سے برداشت نہ ہوسکا اور اس کی گردن اڑانے کی اجازت چاہی۔ مگر آپ ﷺ نے فرمایا اے عمرؓ! تمھیں چاہیئے کہ مجھے حُسنِ ادائیگی کی تلقین کرتے اور اسے حُسنِ طلب کی۔ پھر آپ ﷺ نے نہ صرف اس کا قرض واپس کرنے کا حکم فرمایا بلکہ حسن سلوک کے طور پر بیس صاع زیادہ کھجوریں دینے کا حکم فرمایا۔ اس حسن سلوک سے وہ یہودی متاثر ہوکر مسلمان ہوگیا۔ (۱۶۳)

☆ عبداللہ بن اُبی بن سلول رئیس المنافقین، دل سے اسلام کا دشمن و بدخواہ تھا۔ غزوۂ احد کے موقع پر بہانہ بنا کر اس نے مسلمانوں کی جمعیت جو ایک ہزار پر مشتمل تھی سے تین سو اپنے افراد جدا کر کے واپسی اختیار کی۔ یہ مشرکین و یہود کے ساتھ خفیہ ساز باز رکھتا اور مسلمانوں کے راز ان کو منتقل کرتا تھا۔ ایک دفعہ ایک مہاجر اور ایک انصاری کی آپس میں لڑائی ہوگئی دونوں نے اپنی اپنی قوم کو پکارا۔ آنحضرت ﷺ نے موقع پر پہنچ کر معاملہ رفع دفع کیا مگر عبداللہ بن اُبی نے کہا کہ مدینہ چل کر ذلیل مسلمانوں یعنی مہاجرین کو نکال دونگا۔ اور کہا کہ پیغمبر کے ساتھیوں سے ہاتھ اٹھالو تو وہ خود یہاں سے بھاگ کھڑے ہونگے۔ اسکی تفصیل سورۂ منافقون میں آئی ہے۔ واقعہ افک یعنی حضرت عائشہؓ پر بہتان لگانے میں بھی اس کا بنیادی کردار تھا۔ اسکے باوجود آپ ﷺ نے ہمیشہ اس سے درگزر کا معاملہ فرمایا اور جب مرا تو آپ ﷺ نے صحابہؓ

کی ناپسندیدگی کے باوجود اپنا کرتہ عنایت فرمایا جسمیں اسے دفن کیا گیا۔ اور آپ ﷺ نے اس کیلئے استغفار کیا۔ (۱۶۴)

☆ سب سے بڑھ کر طیش اور غضب کا موقع افک کا واقعہ تھا جبکہ منافقین نے حضرت عائشہ صدیقہؓ پر نعوذ باللہ تہمت لگائی تھی۔ حضرت عائشہ ؓ آپ ﷺ کی محبوب ترین بیوی' اور ابو بکرؓ جیسے یارِ غار اور افضل ترین صحابی کی صاحبزادی تھی۔ شہر منافقوں سے بھرا پڑا تھا۔ جنہوں نے دم بھر میں اس خبر کو اس طرح پھیلایا کہ سارا مدینہ گونج اٹھا۔ دشمنوں سے شماتت' ناموس کی بدنامی' محبوب کی بے عزتی' یہ باتیں انسان کے صبر و تحمل کے پیمانہ میں نہیں سما سکتیں تاہم رحمت عالمؐ نے ان تمام کے ساتھ کیا کیا؟ ۔۔۔۔ واقعہ کی تکذیب خود خدا نے قرآن پاک میں کردی اور اس سے قبل آپ ﷺ نے کسی طرح کوئی انتقام نہیں لیا۔ (۱۶۵)

☆ ہبار بن الاسود وہ شخص تھا جسکے ہاتھ سے آنحضرتؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو سخت تکلیف پہنچی تھی۔ حضرت زینبؓ حاملہ تھیں اور مکہ سے مدینہ ہجرت کر رہی تھی۔ کفار نے مزاحمت کی۔ ہبار بن الاسود نے جان بوجھ کر انکو اونٹ سے گرادیا جس سے ان کو سخت چوٹ آئی اور حمل ساقط ہوگیا۔ فتح مکہ کے بعد مجبوراً آستانۂ رحمت پر جھک آیا اور اپنی جہالت اور قصور کا اعتراف کیا۔ پھر کیا تھا؟ بابِ رحمت سامنے کھلا تھا اور دوست دشمن کی تمیز یکسر مفقود تھی۔ (۱۶۶)

☆ تاریخ انسانی میں فتح مکہ انسانی رواداری' صبر و تحمل' برداشت اور وسیع القلبی کی وہ لازوال اور عدیم النظیر روشن مثال ہے جس کا عشر عشیر بھی تاریخ عالم کے معلمینِ اخلاق کی عملی زندگی میں نظر نہیں آتا۔ اس دن مکہ کے تمام ظالم و جابر کفار و مشرکین سامنے بے بس اور گردن جھکائے کھڑے تھے۔ وہ سب تھر تھر کانپ رہے تھے۔ ان کو اپنی موت سامنے نظر آرہی تھی۔ آج ربِ کائنات نے ان تمام کو پیغمبر رحمتؐ کے قبضہ میں دے دیا تھا۔ چاہتے تو چشم زدن میں سب کی گردنیں کٹوا کر سابقہ ظلموں کا بدلہ لے لیتے۔ اس حالت میں پیغمبر رحمت ﷺ کی آواز اٹھی ''تمھیں معلوم ہے میں تمھارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں؟'' سب نے جواب میں کہا آپ ﷺ کریم بھائی کے کریم بیٹے ہیں اور ہم آپ کی طرف سے رحم و احسان کے امیدوار ہیں۔ پھر کیا تھا دریائے رحمت اُمنڈ آیا اور اہل مکہ کی ظلموں بھری تاریخ کو بہا کر لے گیا۔ فرمایا لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ط اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ (۱۶۷) ''آج تم پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو''۔

☆ ہجرت سے قبل یثرب (مدینہ) میں اوس و خزرج کے دو دشمن قبیلوں کے علاوہ یہود کے مختلف قبائل اور دیگر مشرکین آباد تھے گویا مدینہ مختلف عقائد' قبائل اور نسلوں کی آماجگاہ تھا۔ ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے ان تمام کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا اور اس اتحاد و اتفاق کو قائم رکھنے کیلئے دنیا کا پہلا تحریری دستور وجود میں آیا۔ جس پر تمام کا اتفاق ہوا اور اس کی رو سے آپ ﷺ کو مدینہ کی پہلی اسلامی ریاست کا سربراہ تسلیم کیا گیا۔ یوں مدینہ میں ایک مختلف الخیال عناصر پر مشتمل ایسا معاشرہ وجود میں آیا جس میں میثاق مدینہ کی وجہ سے یہود' انصار' مہاجرین اور دوسرے قبائل ایک

تنظیمی اتحاد میں شامل ہو گئے۔ اور سب ایک دوسرے کے وجود کا اعتراف کرنے لگے۔ (۱۶۸)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی کتاب ''عہد نبوی میں نظام حکمرانی'' کے مطابق میثاق مدینہ دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور ہے۔ یہ تاریخ ساز میثاق دو حصوں میں تقسیم ہے۔ پہلے حصہ میں ۲۳ اور دوسرے میں ۲۴ دفعات شامل ہیں۔ پہلا حصہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات اور حقوق و فرائض کی نشاندہی کرتا ہے۔ جب کہ دوسرا حصہ اہل اسلام اور دیگر اہل مدینہ کے باہمی تعلقات، حقوق و فرائض اور دیگر امور کی وضاحت کرتا ہے۔ ایک دفعہ کے الفاظ یہ ہیں '' مسلمانوں کیلئے مسلمانوں کا دین اور یہودیوں کیلئے یہودیوں کا دین ہے'' یعنی مدینہ میں جتنے بھی لوگ بستے تھے ان کو دینی، عدالتی اور قانونی آزادی کا اختیار دلایا گیا تھا۔ تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی کر لیجئے۔ اس سے بڑھ کر مفاہمت بین المذاہب کا وسیع عملی مظاہرہ دیکھنا کہاں نصیب ہوگا؟! (۱۶۹)

عرب محقق اور سیرت نگار محمد حسین ہیکل میثاق مدینہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ وہ تحریری معاہدہ ہے جس کی بدولت حضرت محمد ﷺ نے آج سے چودہ سو سال قبل ایک ایسا ضابطہ انسانی معاشرہ میں قائم کیا جس سے شرکاء معاہدہ میں ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدہ و مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہوا، انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی، اموال کو تحفظ ملا اور شہر امن کا گہوارہ بنا۔ (۱۷۰)

☆ رسول اکرم ﷺ غیر مسلموں کو مسجد میں ٹھہراتے۔ ان کو ان کے طریقہ پر مسجد میں عبادت کرنے کی اجازت دیتے۔ ایک مرتبہ نجران کے عیسائیوں کا وفد مدینہ آیا۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں مسجد میں حاضر ہوا۔ اس وقت ان کی نماز کا وقت آگیا تھا۔ اسلئے انہوں نے مسجد ہی میں نماز شروع کر دی۔ بعض مسلمانوں نے روکنا چاہا مگر آنحضرت ﷺ نے ان کو منع کر دیا اور فرمایا نماز پڑھ لینے دو۔ چنانچہ عیسائیوں نے مسجد نبوی کے اندر نماز پڑھی۔ (۱۷۱)

☆ ایک بار ایک یہودی کا جنازہ گذر رہا تھا۔ جنازہ آپ ﷺ کے سامنے آیا تو آپ ﷺ احترام آدمیت کی خاطر کھڑے ہو گئے۔ (۱۷۲)

☆ اعتدال اور درمیانہ روی کے حوالہ سے اسلام کو دیگر مذاہب میں خاص امتیاز حاصل ہے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف دنیاوی امور میں بلکہ دینی امور میں بھی اعتدال اپنانے کا حکم فرمایا ہے۔

ایک بار تین صحابہؓ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ عبادت کے بارے میں جاننا چاہتے تھے کہ کس قدر عبادت کریں۔ ایک نے کہا میں ساری رات عبادت کرونگا اور آرام نہیں کرونگا۔ دوسرے نے کہا میں روزانہ روزہ رکھونگا اور کبھی ناغہ نہیں کرونگا۔ تیسرے نے کہا میں ساری عمر نکاح نہیں کرونگا اور شہوت پوری کرنے سے دور رہونگا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور زیادہ پرہیزگار ہوں۔ اس کے باوجود میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور بغیر روزہ کے بھی رہتا ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور میں نے

نکاح بھی کیئے ہیں۔پس جو میرے طریقہ کے خلاف کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔ (۱۷۳)

ایک بار رسول اکرم ﷺ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک رسی دو ستونوں کے درمیان باندھی ہوئی ہے۔آپ ﷺ نے پوچھا یہ رسی کس لئے ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ ام المؤمنین حضرت زینبؓ نے لٹکائی ہے۔جب وہ عبادت کرتے کرتے تھک جاتی ہے تو اس سے لٹک کر تھکاوٹ اتارتی ہے۔رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رسی کھول دو۔جب تک تم میں سے کوئی تازہ دم رہے تو نماز پڑھے اور جب تھک جائے تو آرام کرلیا کرے۔ (۱۷۴)

☆ ایک دفعہ ایک دیہاتی آیا اور رسول اکرم ﷺ کی مسجد میں پیشاب کیلئے بیٹھ گیا۔صحابہؓ اس کو مارنے کیلئے کھڑے ہوگئے آپ ﷺ نے ان کو منع فرمایا جب دیہاتی فارغ ہوا تو آپ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا کہ یہ مسجدیں بول و براز کیلئے نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر' نماز اور قرآن کی تلاوت کیلئے ہیں۔پھر ایک شخص کو حکم دیا وہ ایک ڈول پانی لایا اور اس پیشاب پر بہادیا۔ (۱۷۵)

پس چہ باید کرد ؟!

گذشتہ سطور سے یہ بات بہ وضاحت عیاں ہوگئی کہ دین اسلام امن وسلامتی' عدل وانصاف' اعتدال و درمیانہ روی' عفو ودرگزر اور رواداری وعدم تشدد کا دین ہے۔اس کو انتہاء پسندی یا دہشت گردی کی طرف منسوب کرنا اغیار اور اسلام دشمنوں کے تعصب پر مبنی کارستانی ہے۔بدقسمتی سے آج کل پوری دنیا کی میڈیا بھی یہودی ونصرانی لابی کے ہاتھوں میں ہے۔اور وہ دین اسلام کو اس کی اصل تعلیمات کے برعکس پیش کررہی ہے۔تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کوئی وقت تھا جب کہ اسلام اور مسلمان دونوں کا ایک ہی مفہوم لیا جاتا تھا۔یعنی جو کچھ اسلام تھا وہی مسلمان کا عمل تھا۔یہی وجہ تھی کہ اسلام کا چرچا تھا۔اس کی ترقی ہورہی تھی۔لوگ اسلام اور مسلمانوں کو اچھا دین اور اچھے پیروکار سمجھتے تھے۔اب اسلام اور مسلمان دونوں کا مفہوم الگ الگ ہوگیا ہے۔یعنی اسلام کی تعلیمات اور مسلمان کے عمل وکردار میں ایک واضح فرق بلکہ تضاد سامنے آیا ہے۔مسلمان مسلمان کے گریبان میں ہاتھ ڈالے ہوئے ہے۔دنیائے کفر متحد ہے اور عالم اسلام افتراق وانتشار کا شکار ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ کو عام کیا جائے اس کو بار بار پڑھا اور سوچا جائے۔اور پھر اس کو عمل میں لایا جائے۔

مگر معاملہ صرف مسلمانوں کا نہیں ہے۔تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی۔اب دنیا ایک عالمی گاؤں (Global Village) کا روپ اختیار کرچکی ہے۔مختلف مذاہب' اقوام اور ممالک والے ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں رہ سکتے۔عالمی برادری کو بھی اپنی سوچ وفکر اور عمل وکردار پر نظر دوڑانی پڑے گی۔یورپ اور امریکہ کے دانشوروں اور ارباب اختیار کو چاہیئے کہ وہ اپنے اندر اسلام کی حقیقی تعلیمات کو صحیح طور پر سمجھنے کا حوصلہ وبرداشت پیدا کریں۔وہ تعصب کا چشمہ اتار کر ہادیٔ اعظم' رحمۃ للعالمین' حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عملی زندگی کا منصفانہ مطالعہ کریں۔اور پھر تاریخ

انسانیت کے تمام مصلحین سے اسلامی حقیقی زندگی کا تقابل کر کے اس کی آفاقی، ہمہ گیر اور عدیم النظیر حیثیت کو تسلیم کر لیں۔ وہ اس حقیقت کو بھی تسلیم کر لیں کہ اسلام اور مسلمان روئے زمین کی ایک عظیم قوت ہیں۔ ان کو صفحہ ہستی سے نہیں مٹایا جاسکتا۔ ان کے ساتھ ٹکر لینے کی بجائے وہ اصول ''پُرامن بقاءِ باہمی'' (Peaceful Mutual Co-existance) کے راستے اور ذرائع تلاش کریں۔ یہی وہ راستہ ہے جس سے دنیا میں امن قائم ہوگا اور سلامتی و خوشحالی آئے گی۔ لیکن اگر وہ سیاسی، مذہبی، معاشی اور معاشرتی لحاظ سے مسلم امہ کے سامنے رکاوٹیں کھڑی کرنے اور ان کو دنیا سے نیست و نابود کرنے کے تانے بانے پروئیں گے تو یہ ان کی خام خیالی ہوگی۔ اس طرح کرنے سے دنیا کا امن بھی تباہ ہوگا اور خود ان کو بھی زندگی بھر چین و امن کا سانس لینا نصیب نہ ہوگا۔

یورپ و امریکہ نے مادی ترقی تو بہت کر لی ہے لیکن خود اعلیٰ انسانی صفات و کردار اور بلند روحانی اقدار سے یکسر خالی اور تہی دست ہے۔ ان کے ہاں کتوں اور جانوروں کی حیثیت تو ہے لیکن انسانی زندگی اور اس کا احترام معدوم ہے۔ ان کو سائنس و ٹیکنالوجی میں ترقی کے ساتھ ساتھ اپنے عمل و کردار کی اصلاح اور تاریخ ساز اسلامی روایات کے سر چشمہ سے مستفید ہونے کے بارے میں بھی سوچنا ہوگا۔ علامہ اقبال نے انہی کے بارے میں فرمایا تھا

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا	اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا	آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا	زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا (۱۷۶)

مآخذ و مراجع

(۱) وارث سرہندی : علمی اردو لغت، علمی کتاب خانہ لاہور ۱۹۹۰ء، ص ۱۳۷

(۲) خلیل الرحمٰن نعمانی : المعجم ' اردو عربی لغت' دار الاشاعت کراچی ۱۹۹۴ء، ص ۷۹

(۳) لوئس معلوف : المنجد فی اللغۃ والاعلام' طبع دار المشرق بیروت' طبعۃ ۲۳' ص ۴۶۴

(۴) المعجم الوسیط' طبع المکتبۃ الاسلامیۃ استانبول' ترکیا۔ ج ۱ ص ۵۱۹

(۵) دکتور روحی البعلبکی: المورد' قاموس عربی انکلیزی' طبع ۱۰' ۱۹۹۷ء' دار العلم للملائین بیروت' ص ۳۳۱

(۶) The Oxford English Dictionary, London 1969, Vol iii pp 476 / The American Heritage: Dictionary of the English Language, USA 2003. word "Extreme"

(۷) مجلس تدوین و تربیت : المنجد عربی اردو لغت' دار الاشاعت کراچی ۱۹۷۵ء' ص ۷۱۶

(۸) ابن منظور افریقی : لسان العرب' طبع اول' دار احیاء التراث العربی' بیروت ۸۸ء/۱۴۰۸ھ' ج ۱۰' ص ۱۱۲

(۹) بائیبل : استثناء ۲۰ : ۱۳تا۱۶
(۱۰) استثناء : ۲۰ : ۱۹، ۲۰
(۱۱) گنتی ۳۱ : ۷ ، ۹ ـ ۱۰
(۱۲) گنتی ۳۱ : ۱۷ ـ ۱۸
(۱۳) سموئیل اول ، ۱۵ : ۳
(۱۴) استثناء ۱۳ : ۱۵ ، ۱۶
(۱۵) ایضاً ۱۷ : ۱۲
(۱۶) ایضاً ۲۱ : ۱۸ ، ۲۱
(۱۷) ایضاً ۲۱ : ۲۲ ، ۲۳
(۱۸) ایضاً ۲۲ : ۲۰ ، ۲۶
(۱۹) ایضاً ۲۲ : ۲۸ ، ۲۹
(۲۰) ایضاً ۲۴ : ۱
(۲۱) خروج ۲۱ : ۱۵ ـ ۱۷
(۲۲) ایضاً ۲۲ : ۲۰
(۲۳) ایضاً ۳۵ : ۲
(۲۴) ایضاً ۲۲ : ۱۶ ، ۱۹
(۲۵) احبار ۲۱ : ۹
(۲۶) گنتی ۱۹ : ۱۱ ، ۱۴ ، ۲۰
(۲۷) مرقس ۹ : ۴۲ ـ ۴۷
(۲۸) گلتیوں ۳ : ۱۳
(۲۹) استثناء ۲۱ : ۲۳
(۳۰) متی ۱۰ : ۳۴ـ۳۶ / لوقا ۱۲ : ۵۱ـ۵۳
(۳۱) لوقا ۱۲ : ۴۹
(۳۲) متی ۱۲ : ۴۶ـ ۵۰ / مرقس ۳ : ۳۱ ـ ۳۵
(۳۳) لوقا ۱۴ : ۲۶
(۳۴) یوحنا ۲ : ۱ـ۱۰
(۳۵) لوقا ۷ : ۳۷ ـ ۳۹/ یوحنا ۱۱ : ۵
(۳۶) مرقس ۲ : ۱۵ ، ۱۶ / لوقا ۵ : ۲۹ ، ۳۰
(۳۷) متی ۱۵ : ۲
(۳۸) متی ۲۱ : ۲ ـ ۶ / مرقس ۱۱ : ۴ ـ ۷
(۳۹) متی ۱۶ : ۲۰
(۴۰) لوقا ۵ : ۲۰
(۴۱) یوحنا ۲۰ : ۲۲
(۴۲) متی ۲۶ : ۱۴ ـ ۱۶ ، ۵۰
(۴۳) لوقا ۲۲ : ۳
(۴۴) لوقا ۱۷ : ۱۵ ـ ۲۰
(۴۵) یجرویدٗ ادھیاء ۱۳ منتر ۱۲
(۴۶) یجرویدٗ ادھیاء ۱۳ منتر ۱۳
(۴۷) یجروید ۱۵، ۱۷ ، ۱۹
(۴۸) یجروید ۱۵، ۱۸
(۴۹) ایضاً ۱۶ : ۶۵
(۵۰) ایضاً ۱۳ : ۲۸
(۵۱) ایضاً ۱۷ : ۳۹
(۵۲) رگویدمنڈل ۱۰ سوکت ۹۵ منتر ۱۵
(۵۳) اتھرویدکانڈ ۱ ، سوکت ۱۷ ، منتر ۱
(۵۴) منوشاستر ادھیاء ۹
(۵۵) منو ۱۵ : ۱۵۱
(۵۶) منو ۵ : ۱۵۱
(۵۷) منو ۹ : ۲۷

(۵۸) منوشاستر ۵ : ۱۴۷، ۱۴۸
(۵۹) منو ۹ : ۱۸
(۶۰) منو ۲ : ۶۶ / ۹ : ۱۸ / ۵ : ۱۵۵
(۶۱) گیتا، ادھیاء ۹ شلوک ۳۲
(۶۲) یجروید ۳۰ : ۵
(۶۳) منوشاستر بابِ اول ۱۰۰
(۶۴) منوٗ بابِ ہشتم ۴۱۷
(۶۵) منوبابِ ہشتم ۳۷۹
(۶۶) منو ۲ : ۲۸۱ / اتھروید ۱۹ : ۲۲
(۶۷) منو ۵ : ۱۱
(۶۸) البقرۃ : ۲۵۶
(۶۹) یونسؑ : ۹۹
(۷۰) النحل : ۱۲۵
(۷۱) ال عمران : ۱۵۹
(۷۲) الاعراف : ۱۹۹
(۷۳) الشوریٰ : ۴۳
(۷۴) حٰم السجدۃ : ۳۴
(۷۵) ال عمران : ۱۳۴
(۷۶) الانعام : ۱۰۸
(۷۷) الانفال : ۶۱
(۷۸) المائدۃ : ۳۲
(۷۹) بنی اسرائیل : ۷۰ .
(۸۰) الحجرات : ۱۳
(۸۱) الاحزاب : ۳۳
(۸۲) ابن قیم الجوزی : زادالمعاد، مکتبۃ الرسالۃ بیروت۱۹۷۹ء، ج ۴ ص ۳۲
(۸۳) احمد بن حنبل : المسند، ج ۱ ص ۳۵۶ / ابن ماجہ : کتاب المناسک ص ۶۳
(۸۴) بخاری، محمد بن اسماعیل : الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب حدیث نمبر ۵۷۶۳
(۸۵) بخاری : کتاب الصلوٰۃ ج ۱ ص ۱۰۲
(۸۶) ماھنامہ نقوش، سیرت رسولؐ نمبر، طبع لاہور، ج ۴ ص ۳۱۳
(۸۷) متولی یوسف چلپی، مسیحیت۔ترجمہ از شمس تبریز خان، مجلس نشریات اسلام کراچی۱۹۷۲ء ص ۳۲، ۳۳
(۸۸) رضوی، واجد علی سید : رسول اللہؐ میدان جنگ میں، پنجاب پکڈ پو لاہور ۱۹۶۶ء ص ۲۷۲
(۸۹) ایضاً ص ۲۷۳
(۹۰) اسد سلیم شیخ :رسول اللہؐ کی خارجہ پالیسی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۲ء ص ۲۰۵
(۹۱) الدکتور حسن ابراہیم حسن: تاریخ الاسلام السیاسی والدینی والثقافی والاجتماعی، داراحیاء التراث العربی، بیروت۱۹۶۴ء ج ۱ ص ۱۳
(۹۲) ایضاً
(۹۳) الطاف حسین حالی : مسدس مدوجزرِ اسلام، رابعہ بک ہاؤس لاہور ص ۱۶، ۱۷
(۹۴) The life and time of muhammad : John Bagot اردو ترجمہ از حبیب حیدر آبادی، سٹیزن پبلیشرز کراچی، ص ۵۴۷
(۹۵) شبلی نعمانی : الفاروق ، مطبع اعظم گڑھ ۱۹۷۹ء ج ۱ ص ۱۷۴

(۹۶) The Battle for God : Karren Armstrong اردو ترجمہ ''خدا کیلئے جنگ'' از محمد احسن بٹ نگارشات لاہور ۲۰۰۳ء ص ۲۷

(۹۷) ایضاً ص ۳۱

(۹۸) New Encyclopeadia Britannica , 1979 ,Under Word " Spain "

(۹۹) محمد مارماڈیوک پکتھال : اسلامی کلچر' اردو ترجمہ پروفیسر محمد ایوب منیر' مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور' ص ۸۲

(۱۰۰) ڈاکٹر محمد دین : مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ (یہودیت و نصرانیت) تاج کتب خانہ ' قصہ خوانی پشاور ص ۴۸

(۱۰۱) Qadri,Abdul Hameed:Dimentions of Christianity.Dawah Academy Islamabad 1998.P32

(۱۰۲) آئیل ڈیورنٹ : تاریخ کا سبق' ترجمہ محمد بن علی باد ہاب' یونائیٹڈ بک کارپوریشن کراچی ص ۱۵۸

(۱۰۳) ماہنامہ ترجمان القرآن' لاہور' دسمبر ۱۹۹۶ء ص ۵۶

(۱۰۴) اعجاز احمد فکرال : ضرورتِ امن' ایشیاء بک سنٹر لاہور' ص ۳۲

(۱۰۵) مجتبیٰ موسوی : مغربی تمدن کی ایک جھلک' ترقی اردو بورڈ ' دہلی' ص ۷۶

(۱۰۶) ایضاً ص ۷۷ (۱۰۷) روزنامہ عوام کراچی' ۲۱ جنوری ۱۹۹۹ء

(۱۰۸) ماہنامہ دعوۃ' دعوہ اکیڈمی' بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی' اسلام آباد' جنوری ۱۹۹۶ء

(۱۰۹) تفصیلات کیلئے انٹرنیٹ کی ویب سائیٹ " w w w . kokof .com " ملاحظہ کیجئے۔

(۱۱۰) نیوز ویک News week ۱۷ / اگست ۱۹۹۲ء (۱۱۱) روزنامہ ڈان کراچی ۱۷ فروری ۱۹۹۹ء

(۱۱۲) ماہنامہ مجلۃ الدعوۃ' کراچی' اگست ۱۹۹۶ء (۱۱۳) ماہنامہ مجلۃ الدعوۃ' کراچی' اگست ۱۹۹۶ء

(۱۱۴) مقالات سیرت' قومی سیرت کانفرنس اسلام آباد ۱۹۹۹ء ' مقالہ ڈاکٹر نورالدین جامی ملتان' ص ۳۸۱

(۱۱۵) ایضاً مقالہ پروفیسر ایم نذیر احمد تشنہ ' ص ۱۹۸

(۱۱۶) جانباز مرزا : انگریز کے باغی مسلمان' مکتبہ تبصرہ' لاہور ۱۹۹۰ء' ص ۳۴۱

(۱۱۷) سید محمد سلیم' پروفیسر : تاریخ نظریہ پاکستان' ادارہ تعلیمی تحقیق لاہور بار سوم ۱۹۹۶ء ص ۶۷

(۱۱۸) مفتی عبدالرحمٰن خان : تعمیر پاکستان اور علماء ربانی' ادارہ اسلامیات لاہور' اشاعت دوم ۱۹۹۲ء ص ۲۸ ' ۲۷

(۱۱۹) ہفت روزہ تکبیر ۱۷ ستمبر اور ۷ مئی ۱۹۹۸ء / روزنامہ جنگ کراچی ۱۶ مارچ ۱۹۹۹ء

(۱۲۰) روزنامہ آج پشاور' ادارتی صفحہ ۳۱ جنوری ۲۰۰۴ء

(۱۲۱) بحوالہ پندرہ روزہ راہ وفا کراچی ۱۵ فروری ۲۰۰۴ء

(۱۲۲) سنن ابی داؤد : ج ۱ ص ۳۴۳

(۱۲۳) شرح عقائد النسفیہ' بحوالہ جواہر الفقہ' مفتی محمد شفیع' ادارۃ المعارف کراچی ۱۴' ج ۱ ص ۳۰

(۱۲۴) ایضاً ص ۳۱

(۱۲۵) Encyclopeadia Britanica, 1984, " Muhammad " vol ; 12 p 609

(۱۲۶) کیرن آرمسٹرانگ : خدا کیلئے جنگ' ص ۲۵۱

(۱۲۷) Encyclopeadia Britanica, " Fundamentalist " vol 7 p 777.

(۱۲۸) کیرن آمسٹرانگ : خدا کیلئے جنگ ص ۲۷۱ تا ۲۷۳

(۱۲۹) مولانا عبدالکریم پاریکھ :یہودیت ۔۔۔قرآن کی روشنی میں 'اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور طبع دوم مارچ ۲۰۰۱ ، ص ۹۸

(۱۳۰) ایضاً ص ۱۹۹

(۱۳۱) چودھری غلام رسول : مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ' علمی کتب خانہ اردو بازار لاہور ص ۵۲۲ ' ۵۲۳

(۱۳۲) اسد سلیم شیخ : رسول اللہؐ کی خارجہ پالیسی' سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۹۲ء ص ۱۷۱

(۱۳۳) ڈاکٹر حافظ محمد ثانی : رسول اکرمؐ اور رواداری' فضلی سنز لمیٹڈ کراچی' اشاعت مارچ ۱۹۹۸ء ص ۱۹۲ ' ۱۹۳

(۱۳۴) ڈاکٹر خالد علوی : انسان کاملؐ ' الفیصل ناشران کتب لاہور' طبع چہارم ۲۰۰۲ء ص ۳۰۰ و ۳۱۰

(۱۳۵) ابن جریر طبری : تاریخ الامم والملوک' المعارف بیروت' ج ۵ ص ۲۴۰۵

(۱۳۶) ابوعبیدہ ' کتاب الاموال' ص ۱۴۰ (۱۳۷) امام ابویوسف : کتاب الخراج ص ۱۴۳

(۱۳۸) ردالمختار ج ۳ ص ۲۷۳ بحوالہ اسلامی ریاست میں ذمیوں کے حقوق' ازمولانا مودودی' ص ۱۶

(۱۳۹) ایم سیڈلیٹ : خلاصۂ تاریخ عرب' اردو ترجمہ عبدالغفار' نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۸۶ء ' ص ۳۴

(۱۴۰) Arnold, Sir Thomas : The Preaching of Islam, London 1961 , p 277

(۱۴۱) سید ابوالاعلیٰ مودودی : نصرانیت۔۔قرآن کی روشنی میں' ادارۂ ترجمان القرآن لاہور' طبع چہارم ۲۰۰۰ء ' ص ۷۶ ' ۷۷

(۱۴۲) ٹی ڈبلیو آرنلڈ : دعوتِ اسلام' مفید عام پریس آگرہ' طبع ۱۸۹۸ ص ۴۴۸ ' ۴۴۹

(۱۴۳) ایضاً طبع کردہ محکمہ 'اوقاف پنجاب لاہور طبع ۱۹۷۲ ص ۳۹۸

(۱۴۴) عبدالحمید احمد ابوسلیمان : اسلام اور بین الاقوامی تعلقات' منظر اور پس منظر' فیمس بکس لاہور باراول ۱۹۹۱ء ص ۲۰۵

(۱۴۵) وقار احمد : غزواتِ سرورِ عالمؐ ' تاج کتب خانہ قصہ خوانی پشاور دسمبر ۱۹۹۶ء ص ۲۸۷

(۱۴۶) محمد یحییٰ خان : پیغمبر اسلامؐ غیر مسلموں کی نظر میں' پیام پبلشرز' علامہ اقبال ٹاؤن لاہور طبع ۱۹۹۹ء ص ۵۲

(۱۴۷) آرنلڈ : اشاعتِ اسلام ص ۸ (۱۴۸) روزنامہ ڈان کراچی ۳ مارچ ۱۹۹۷ء

(۱۴۹) آرنلڈ : اشاعتِ اسلام ص ۷۳

(۱۵۰) بخاری' طبع نور محمد کراچی کتاب المغازی' ج ۲ ص ۶۱۳ ر ابن قیم الجوزیہ :زادالمعاد' ج ۱ ص ۴۲۳

(۱۵۱) Karren Armstrong: Muhammad a Western Attempt to Understanding islam London 1992. p 266

(۱۵۲) قاضی محمد سلیمان منصور پوری : رحمۃ للعالمین، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۷۳ء ج ۲. ص ۲۱۳

(۱۵۳) Michael, H. Hart : " The 100 " new York 1978 p 10

(۱۵۴) بخاری : الجامع الصحیح، طبع القاہرۃ ۱۳۴۵ھ ج ۳ ص ۳۹۵

(۱۵۵) ابن کثیر : السیرۃ النبویہ طبع بیروت، ج ۱ ص ۲۷۰ ـ ۲۷۸

(۱۵۶) ابن حزم : جوامع السیرۃ ' ص ۶۴

(۱۵۷) ابن حجر : فتح الباری، ج ۱ ص ۳۰۲

(۱۵۸) بخاری : الجامع الصحیح طبع کراچی ج ۱ ص ۴۵۸

(۱۵۹) صفی الرحمٰن مبارکپوری : الرحیق المختوم طبع لاہور، ص ۵۵۶

(۱۶۰) ابن کثیر : البدایۃ والنھایۃ طبع بیروت ج ۴ ص ۱۸

(۱۶۱) محمد یوسف الکاندھلوی : حیاۃ الصحابہ ؓ ' طبع دہلی ج ۱ ص ۱۵۶

(۱۶۲) شبلی نعمانی : سیرت النبیؐ ج ۲ ص ۲۲۳ و ۲۱۵

(۱۶۳) الصالحی، محمد یوسف : سبل الھدیٰ والرشاد، طبع قاہرہ ۱۹۷۲ء ج ۷ ص ۳۲

(۱۶۴) البخاری کتاب الجنائز ۱ / ۱۶۹ ' ۱۸۰ ' ۱۸۲ طبع کراچی

(۱۶۵) شبلی نعمانی : سیرت النبیؐ ج ۲ ص ۲۱۱

(۱۶۶) ایضاً ج ۲ ص ۲۱۵ ' ۲۱۶

(۱۶۷) قاضی محمد سلیمان منصور پوری : رحمۃ للعالمین طبع کراچی ج ۱ ص ۱۲۹

(۱۶۸) ڈاکٹر محمد حمید اللہ: عہد نبوی میں نظام حکمرانی، اردو اکیڈمی کراچی ۱۹۷۸ء ص ۷۵ / عون الشریف قاسم: نشأۃ الدولۃ الاسلامیہ فی عہد الرسولؐ القاھرۃ ۱۹۸۱ء ص ۴۱ (۱۶۹) ڈاکٹر محمد حمید اللہ : عہد نبوی میں نظام حکمرانی ص ۷۶

(۱۷۰) محمد حسین ہیکل : حیات محمدؐ مطبعۃ النہضۃ المصریہ ۱۹۴۷ء ص ۲۲۷

(۱۷۱) ابن قیم الجوزی : زادالمعاد ج ۱ ص ۱۵ (۱۷۲) بخاری : الجامع الصحیح ج ۱ ص ۱۷۵

(۱۷۳) مسلم : الجامع الصحیح رقم الحدیث ۱۴۰۱ (۱۷۴) بخاری : ج ۱ ص ۱۵۴

(۱۷۵) جمع الفوائد ج ۱ ص ۶۳

(۱۷۶) محمد اقبال، علامہ: کلیات اقبال (ضرب کلیم) الفیصل ناشران کتب لاہور ۱۹۹۵ء، ص ۴۴۱

محترمہ عندلیب سبک *

شرک کی طبیعت: ظلم اور وہم ہے

ظلم کا مطلب بے رحمی' بے انصافی' زیادتی و زبردستی کے ہیں۔ الشرک طبیعۃ ظلم کا مطلب یہ کہ شرک کی طبیعت میں ظلم کرنا شامل ہے۔ یعنی مشرکین خدائے واحد کو کہ جس کے قبضہ میں تمام کائنات کا ذرہ ذرہ شامل ہے چھوڑ کر اس کی ملکیت و تخلیق کو اپنے خودساختہ معبود کے ساتھ منسوب کر کے بے انصافی و بے رحمی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ایک ایسی چیز جو کسی اور کی بنائی ہوئی ہو اسے اس کے تخلیق کار کے بجائے کسی اور کی تخلیق قرار دینا ظلم میں شامل ہے۔ قرآن میں جہاں شرک کی مختلف صورتوں کا بیان کر کے ان کا رد کیا گیا ہے وہیں شرک کو افترا' ضلال عن الحق اور ظلم قرار دیا گیا۔

سورہ حج' ۲۲ آیت نمبر ۷۱ میں ہے کہ: ویعبدون من دون اللہ مالم ینزل بہ سلطناً وما لیس لھم بہ علم وما للظلمین من نصیر۔ ترجمہ: ''اور پوجتے ہیں اللہ کے سوائے اس چیز کو جس کی سند نہیں اتاری اس نے اور جس کی خبر نہیں ان کو اور بے انصافوں کا کوئی مددگار نہیں۔''

سورہ لقمان ۳۱ آیت نمبر ۱۱' ۱۰ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا بیان کرتے ہوئے مشرکین کو بے انصاف اور بھٹکے ہوئے قرار دیا کہ جب تمام کائنات اس واحد لاشریک کی بنائی ہوئی ہے تو پھر مختلف خودساختہ توہمات و معبودین کی پیروی کیوں انہوں نے زمین پر کیا بنایا اور آسمانوں میں کیا کچھ ان کی ملکیت ہے۔ دیکھئے سورۃ لقمان آیت نمبر ۱۱' ۱۰

خلق السموات بغیر عمدٍ ترونھا والقٰی فی الارض رواسی ان تمیدبکم وبث فیھا من کل دآبۃ وانزلنا من السمآء مآءً فانبتنا فیھا من کل زوج کریم۔ ھذا خلق اللہ فارونی ماذا خلق الذین من دونہ بل الظلمون فی ضلل مبین۔

ترجمہ: ''بنائے آسمان بغیر ستونوں کے تم اس کو دیکھتے ہو۔ اور رکھ دیئے زمین پر پہاڑ کہ تم کو لیکر جھک نہ پڑے اور بکھیر دیئے اس میں سب طرح کے جانور اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی پھر اگائے زمین میں ہر قسم کے جوڑے خاصے یہ سب کچھ بنایا ہوا ہے اللہ کا اب دکھلاؤ مجھ کو کیا بنایا ہے اوروں نے جو اس کے سوا ہیں کچھ نہیں پر بے انصاف صریح بھٹک رہے ہیں۔''

سورۃ فاطر ۳۵ آیت نمبر میں حضرت محمد ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ مشرکین سے کہیے گا کہ وہ

---

* لیکچرار علی گڑھ پبلک سکول ہشتنگری پشاور شہر

خودساختہ معبودین کی تخلیقات بتائیں کہ انہوں نے کیا کچھ بنا رکھا ہے اور کس کتاب میں کہ جس پر سو فیصدی یقین کامل ہو کہ یہ آسمانی ہے لکھا ہے کہ اللہ کے اور شریک بھی موجود ہیں۔ ان کے پاس ان خودساختہ عقائد کی کوئی سند موجود نہیں بس دھوکا اور فریب ہے کہ جس میں یہ مبتلا ہیں ظلم کے معنی اس آیت میں گناہگار کے لئے گئے ہیں اور صحیح اس لئے ہیں کہ جو ظلم کرتا ہے وہ گناہ گار ہوتا ہے' ظلم کرنا گناہ ہے لہذا ایسے ظالم کہ جو شرک جیسے جرم میں مبتلا ہوتے ہیں وہ گناہ عظیم کے خطاوار ہوتے ہیں۔ سورۃ فاطر آیت نمبر ۴۰ دیکھئے: قل ارء یتم شرکآء کم الذین تدعون من دون الله ارونی ماذا خلقوا من الارض ام لهم شرک فی السموٰت ام اتینهم کتباً فهم علی بینت منه بل ان یعد الظلمون بعضهم بعضاً الاغروراً۔ (ترجمہ) ''تو کہہ بھلا دیکھو تو اپنے شریکوں کو جن کو پکارتے ہو اللہ کے سوائے دکھلاؤ تو مجھ کو کیا بنایا انہوں نے زمین میں یا کچھ ان کا ساجھا ہے آسمانوں میں یا ہم نے دی ہے ان کو کوئی کتاب سو وہ سند رکھتے ہیں اس کی' کوئی نہیں پر جو وعدہ بتلاتے ہیں گنہ گار ایک دوسرے کو سب فریب ہے۔'' سورہ الشوریٰ ۴۲ آیت نمبر ۲۲'۲۱ میں اللہ کا ارشاد ہے کہ:

ام لهم شرکؤا شرعوا لهم من الدین مالم یاذن به الله ولولا کلمة الفصل لقضی بینهم وان الظلمین لهم عذاب الیم۔ تری الظلمین مشفقین مما کسبوا وهو واقع بهم والذین امنوا وعملوا الصلحت فی روضت الجنت لهم ما یشاء ون عند ربهم ذلک هو الفضل الکبیر۔ (ترجمہ) ''کیا ان کے لئے اور شریک ہیں کہ راہ ڈالی ہے انہوں نے ان کے واسطے دین کی جس کا حکم نہیں دیا اللہ نے اور اگر نہ مقرر ہو چکی ہوتی ایک بات فیصلہ کی تو فیصلہ ہو جاتا ان میں اور بیشک جو گنہ گار ہیں ان کو عذاب ہے دردناک۔ تو دیکھے گا گنہگاروں کو کہ ڈرتے ہوں گے اپنی کمائی سے اور وہ پڑ کر رہے گا ان پر اور جو لوگ یقین لائے اور بھلے کام کئے باغوں میں ہیں جنت کے ان کے لئے ہے جو وہ چاہیں اپنے رب کے پاس یہی ہے بڑی بزرگی۔''

شرک چونکہ شیطان کے ورغلاوے میں آ کر کیا جاتا ہے لیکن شیطان بھی وہیں اپنی کارکردگی دکھاتا ہے کہ جہاں ایمان کا فقدان ہو لہذا سورہ ابراہیم ۱۴ آیت نمبر ۲۲ میں شرک کا ظلم کرنے والوں کو شیطان کی تقریر جو وہ قیامت کے دن خود پر الزام لگانے والوں کو کرے گا نقل کی گئی ہے کہ قیامت کے دن شیطان مشرکین سے صاف آنکھیں پھیر لے گا اور مشرکین کو ظالم قرار دے کر انہیں عذاب کا مستحق قرار دے گا۔ دیکھئے وقال الشیطن لما قضی الامر ان الله وعدکم وعد الحق ووعدتکم فاخلفتکم وما کان لی علیکم من سلطن الاان دعوتکم فاستجبتم لی فلاتلومونی ولوموآ انفسکم ما انا بمصرخکم وما انتم بمصرخی انی کفرت بما اشرکتمون من قبل ان الظلمین لهم عذاب الیم۔ ترجمہ: ''اور بولا شیطان جب فیصل ہو چکا سب کام بیشک اللہ نے تم کو دیا تھا

سچا وعدہ اور میں نے تم سے وعدہ کیا پھر جھوٹا کیا اور میری تم پر کچھ حکومت نہ تھی مگر یہ کہ میں نے بلایا تم کو پھر تم نے مان لیا میری بات کو سوالزام نہ دو مجھ کو اور الزام دو اپنے آپ کو نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچوں نہ تم میری فریاد کو پہنچو میں منکر ہوں جو تم نے مجھ کو شریک بنایا تھا اس سے پہلے البتہ جو ظالم ہیں ان کے لئے ہے عذاب دردناک۔''

سورہ یونس ۱۰ آیت نمبر ۱۰۶-۱۰۵-۱۰۴ میں حضرت محمد ﷺ کو مخاطب کر کے کہا گیا کہ مشرکین سے کہیے کہ اگر آپ سے بھی شرک جیسا ظلم سرزد ہو گیا تو آپ بھی اس وقت ظالموں میں شمار ہوں گے یعنی شرک ایک ایسا ظلم عظیم ہے کہ اگر پیغمبر جیسے جلیل القدر برگزیدہ ہستی سے بھی سرزد ہو جائے تو معافی اسے بھی نہیں ملے گی۔

قل یایھا الناس ان کنتم فی شک من دینی فلا اعبد الذین تعبدون من دون اللہ ولکن اعبد اللہ الذی یتوفکم وامرت ان اکون من المؤمنین۔ وان اقم وجھک للدین حنیفاً ولاتکونن من المشرکین ولاتدع من دون اللہ مالا ینفعک ولا یضرک فان فعلت فانک اذا من الظلمین۔

ترجمہ: ''کہہ دے اے لوگو اگر تم شک میں ہو میرے دین سے تو میں عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا اور لیکن میں عبادت کرتا ہوں اللہ کی جو کھینچ لیتا ہے تم کو اور مجھ کو حکم ہے کہ رہوں ایمان والوں میں اور یہ کہ سیدھا کر منہ اپنا دین پر حنیف ہو کر اور مت ہو شرک والوں میں اور مت پکار اللہ کے سوا ایسے کو کہ نہ بھلا کرے تیرا اور نہ برا پھر اگر تو ایسا کرے گا تو تو بھی اس وقت ہو ظالموں میں۔''

اللہ تعالیٰ کی صفات کو کسی اور کے ساتھ منسوب کرنا' اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں کسی اور کو اس کا ساجھی بتانا' اللہ پر افتراء باندھنا' اللہ کے ساتھ مختلف خود ساختہ معبودین کو منسوب کرنا اور اپنے ہی دشمن کے بہکاوے میں آ کر اپنے محسن عظیم کی نافرمانی کو ظلم کا نام نہ دیا جائے تو اسے اور کیا کہا جائے گا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ شاید اللہ مظلوم ہے۔ اور وہ نافرمانوں کے خلاف کچھ کر نہیں سکتا مگر اسے حضرت انسان کی اس عقل کا امتحان لینا مقصود ہے کہ جو اسے اس کی طرف سے اچھائی و برائی کی تمیز کرنے کے لئے دی گئی ہے۔ ایک مقررہ مدت تک اس نے شیطان و انسان دونوں کو مہلت دے رکھی ہے۔ شیطان کو مہلت دی گئی کہ وہ تا قیامت انسانوں میں سے جس کو چاہے بہکائے اور سیدھے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرے' جبکہ شیطان کا مقابلہ کرنے کے لئے انسان کو عقل و تمیز کی طاقت دی گئی ہے لیکن اس کے باوجود بھی اگر تقلید آباء یا پھر شیطان کا اغوا اسے حق سے روکے تو اسے بھی حق کی تلاش کرنے' سچائی کو اپنانے اور عقل کا استعمال کرتے ہوئے شیطان کو بطور دشمن پہچان کر اس کے بتائے ہوئے راستوں کو متروک کر کے حق کی طرف رجوع کرنے کی مہلت اس کی موت تک دی گئی ہے۔ اور اللہ ایسا غفور الرحیم ہے کہ توبہ کی صورت میں انسان کا بڑے سے بڑا گناہ معاف کر دیتا ہے' بڑے سے بڑا ظالم بھی جب اس سے معافی کا طلب گار ہو جائے تو اسے معافی مل جاتی ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ توبہ موت کے فرشتے کو دیکھ کر یاد نہ آئے بلکہ اس سے پہلے۔

شرک کی طبیعت وہم ہے:

وہم کے معنی: شک، گمان، احتمال، بے اعتباری، دماغ کی وہ قوت جو فاسدہ خیالات پیدا کرتی ہے۔ الشرک طبیعۃ وھم کا مطلب ہے کہ شرک کی طبیعت میں وہم کرنا شامل ہیں یعنی مشرکین کا شرک ان کے وہم کی پیداوار ہے اور اس کی حقیقت کچھ بھی نہیں سوائے وسواس اور شک کے جو شیطان انسان کے دل میں ڈالتا ہے۔ لیکن جس دل میں خدائے واحد کی محبت مضبوط اور مستحکم ہو وہاں شیطان کا گزر نہیں ہوسکتا اور خصوصاً اس وقت جب انسان ہر بات کو عقل کی کٹوتی پر پرکھے تب تو تمام خودساختہ معبودین کی قلعی کھل جاتی ہے۔...... وہم کی وجہ سے شرک کی بیماری میں زیادہ تر اَن پڑھ لوگ مبتلا ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اصلی صورتِ حال کا اور حقیقت کا کچھ علم نہیں ہوتا لہٰذا انہیں آسانی سے گمراہ کیا جاسکتا ہے دوسرے ایسے لوگ بہت آسانی سے کسی بھی چیز سے متاثر ہو جاتے ہیں کیونکہ انکے پاس علم نہیں ہوتا کہ جو شعور کو آگہی فراہم کرتا ہے۔ قرآن کی سورۃ البقرۃ ۲ آیت نمبر ۷۸ میں مختلف اوہامی معبودین کی پیروی کرنے والے مشرکین کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا کہ ان میں سے بعض اَن پڑھ ہیں اور کتاب الٰہی کا انہیں کچھ پتہ نہیں یہ محض خیالات کی پیروی کرتے ہیں۔ ومنھم امیون لایعلمون الکتب الاامانی و ان ھم الایظنون۔ ''اور بعض ان میں بے پڑھے ہیں کہ خبر نہیں رکھتے کتاب کی سوائے جھوٹی آرزوؤں کے اور ان کے پاس کچھ نہیں مگر خیالات۔''

شرک کا وجود چونکہ اوہام کی پیداوار ہے لہٰذا جو شرک کی راہیں اختیار کرتا ہے اسے صحیح راستہ کبھی نہیں مل سکتا جب اس سے خودساختہ معبودوں کی حقیقت یا وضاحت پوچھی جائے تو وہ اٹکلیں دوڑانے لگتا ہے۔ دل کا اطمینان اور صحیح راستہ وہی پاتا ہے کہ جو خدائے واحد کی طرف متوجہ ہو۔ سورۃ یونس ۱۰ آیت نمبر ۳۶،۳۵ میں ہے کہ: قل ھل من شرکآئکم من یھدی الی الحق۔ قل اللہ یھدی للحق افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لایھدی الا ان یھدی فمالکم کیف تحکمون۔ وما یتبع اکثرھم الاظنا ان الظن لایغنی من الحق شیئاً ان اللہ علیم بما یفعلون۔

''پوچھ کوئی ہے تمہارے شریکوں میں جو راہ بتلائے صحیح' تو کہہ اللہ راہ بتلاتا ہے صحیح' تو اب جو کوئی راہ بتائے صحیح اسکی بات ماننی چاہیے یا اس کی جو آپ نہ پائے راہ مگر جب کوئی اور اس کو راہ بتلائے سو کیا ہوگیا تم کو کیسا انصاف کرتے ہو۔ اور وہ اکثر چلتے ہیں محض اٹکل پر سو اٹکل کام نہیں دیتی حق بات میں کچھ بھی' اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔'' اسی طرح ایک اور جگہ سورۃ یونس ۱۰ آیت نمبر ۶۶ میں لکھتے ہیں:

الآ ان للہ من فی السمٰوٰت ومن فی الارض وما یتبع الذین یدعون من دون اللہ شرکآءَ ان یتبعون الا الظن و ان ھم الایخرصون۔

''سنتا ہے' اللہ کا ہے جو کوئی ہے آسمانوں میں اور جو کوئی ہے زمین میں اور یہ جو پیچھے پڑے ہیں اللہ کے سوا

شریکوں کو پکارنے والے سو یہ کچھ نہیں مگر پیچھے پڑے ہیں اپنے خیال کے اور کچھ نہیں مگر اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔''

مشرکین سے جب ان کے شرک اور اس کے اوہام کے بارے میں بات کی جاتی ہے تو وہ یہی کہتے ہیں کہ اگر اللہ کی مرضی ہوتی تو ہم نہ پوجتے ان معبودین کو لیکن ہم جو کچھ کررہے ہیں سب اللہ کی مرضی اور رضا سے ہے' لیکن یہ بھی ان کا وہم ہی ہے کیونکہ اللہ نے انسان کو عقل جیسی نعمت دیتے ہوئے اسے اچھے' برے کی تمیز کرنے کا ہتھیار فراہم کر دیا ہے اس ہتھیار سے کام لیتے ہوئے وہ اوہام کی تحقیق کیوں نہیں کرتا تا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔

سورہ الزخرف ۴۳ آیت نمبر ۲۰ میں کچھ اسی قسم کے مشرکین کا ذکر کیا گیا ہے۔ دیکھئے۔ وقالو لو شاءَ الرحمن ماعبدنھم ما لھم بذلک من علم ان ھم الا یخرصون۔ ''اور کہتے ہیں اگر چاہتا ہے رحمٰن تو ہم نہ پوجتے ان کو' کچھ خبر نہیں ان کو اس کی یہ سب اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔''

نفسیاتی طور پر اگر انسان کا جائزہ لیا جائے تو کوئی بُرا کام کرنا اور اس کی سزا پانا ایسا تصور ہے کہ جو انسان کو برا کام کرنے سے باز رکھتا ہے کہ اگر اس نے کوئی غلط کام کیا تو قانون سے نہیں بچ سکتا۔ اسی طرح برے کام اور گناہ نہ کرنے کے پیچھے بھی اگر کوئی اللہ سے قریب ہو تو یہ تصور کارفرما رہتا ہے کہ قیامت کے دن اس گناہ کی سزا ملے گی۔ اب اگر کوئی اللہ سے دور ہو کر شرک کی دلدل میں پھنس کر مختلف اوہام کا شکار ہو کر عقیدہ آخرت' سزا و جزا اور جنت و دوزخ کا تصور کھو دے تو اس انسان کے لئے دنیا کی زندگی ہی کافی اور بس ہوگی جب سزا و جزاء کا تصور ہی ناپید ہوگا تو ہر جائز و ناجائز کو اپنے لئے صحیح سمجھا جائے گا۔ حضرت محمد ﷺ مشرکین کو جب سزائے آخرت سے ڈراتے تھے اور انہیں خدائے واحد کی عبادت کرنے کی تلقین کرتے کہ شرک کی صورت میں جہنم ان کا گھر ہوگا تو وہ جواب میں کہتے کہ ہماری تو یہی زندگی بھلا ایک بار کوئی مر گیا تو پھر ہڈیوں میں جان کیسے ڈالی جائے گی۔ قرآن کی سورہ الجاثیہ ۴۵ آیت نمبر ۲۴ میں مشرکین کے ان عقائد باطلہ کو محض اوہام قرار دیا گیا اور فرمایا۔ وقالو ماھی الاحیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما یھلکنا الا الدھر وما لھم بذلک من علم ان ھم الا یظنون۔

''اور کہتے ہیں اور کچھ نہیں بس یہی ہے ہمارا جینا دنیا کا ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور جو ہم مرتے ہیں سو زمانہ سے اور ان کو کچھ خبر نہیں اس کی محض اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔''

خطہ عرب اور عرب میں خصوصاً وسطی اور جنوبی عرب میں کثرت سے لوگ یہ اوہامی عقیدہ رکھتے تھے کہ حیات اُخروی اور سزا و جزا کا کوئی وجود نہیں کہ جیسے آج کل اکثر یورپی و امریکی لوگوں کا بھی عقیدہ ہے' جبکہ یہ عقائد محض اوہام پر مبنی ہیں ورنہ ان کی جدید سائنس متفقہ طور پر کائنات کے خاتمہ کے تصور پر متحد ہے۔ اور کلوننگ تک پہنچ گئی۔ اگر تخلیق کرنے والے کی تخلیق (انسان) کے کارنامے یہ ہیں کہ وہ کلوننگ تک پہنچ گیا اور کسی انسان کی D.N.A سے اسی جیسا انسان پیدا کر سکتا ہے تو تخلیق کار کا کیا حال ہوگا کیا اس کے لئے کوئی مشکل ہے کہ مرے ہوئے کو دوبارہ زندہ کر لے۔ مگر انسان کے نام نہاد تصورات و اوہام اسے سچ سمجھنے کی صلاحیت سے محروم رکھتے ہیں۔

جناب ابرار خٹک *

اقبال کا نظریہ تعلیم اور عصر حاضر

اقبال نے قوم وملت کو تعلیم کا جو تصور دیا اس کا بنیادی و مرکزی نکتہ مذہب ہے۔ وہ صرف مسلمانان عالم کی تعلیم کو مذہب کے سانچے میں ڈھالنے کا خواہش مند ہی نہیں تھا بلکہ ان کی خواہش تھی کہ دنیا کے تمام علوم کو مشرف بہ اسلام کیا جائے کیونکہ مذہب کے بغیر تعلیم و ترقی انسانیت کے لئے باعث فلاح نہیں ہوسکتی۔ اقبال مذہب کو تعلیم کا خشت اول جبکہ مادہ پرستی کو تعلیم اور انسانیت دونوں کیلئے زہر قاتل سمجھتے ہیں۔ ان کے تعلیمی نظریات کا اگر عرق ریزی سے مطالعہ کیا جائے تو تین بنیادی نکات سامنے آتے ہیں جس پر ایک عظیم تعلیمی منصوبے کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔

۱۔ تعلیم کا مقصد انسان کی انفرادیت کی مکمل نشوونما ہے

۲۔ اجتماعی خودی یا اجتماعی انا کا تسلسل اور تحفظ

۳۔ انفرادی اور اجتماعی خودی میں توازن اور اس کی افزائش

اقبال کے ہاں مقصدی علم زندگی کا نکتہ آغاز ہے جو نہ صرف کل نظام ہائے حیات کی بنیاد رکھتا ہے بلکہ اس کی حفاظت بھی کرتا ہے۔

علم از سامان حفظ زندگی است — علم از اسباب تقویم خودی است
علم و فن از پیش خیزان حیات — علم و فن از خانہ زادانِ حیات

استاد اور نصاب روح کے اندر انقلاب برپا کر کے انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوتے ہیں۔

شیخ مکتب ہے ایک عمارت گر — جس کی صنعت ہے روح انسانی

وہ جامد و مادہ پرست تعلیم کو کسی بھی معاشرے کے لئے تباہی کا باعث سمجھتے ہیں کیونکہ اس کے ذریعے انسان روحانیت سے تہی دست اور احساس اخلاص و محبت سے محروم ہوکر پیسوں کی مشین بن جاتا ہے جس کی وجہ سے زمین پر تباہی و بربادی کا وسیع سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ غربت و افلاس میں اضافہ اور سرمایہ دارانہ نظام کا زہر معاشرے کی رگ رگ میں اتر جاتا ہے۔

---

* لیکچرار اقراء کیڈٹ سکول و کالج، جہانگیرہ۔ نوشہرہ

جس علم کا حاصل ہو جہاں میں دو کف جو وہ علم نہیں زہر ہے احرار کے حق میں

مادہ پرست وروایتی تعلیم بڑے مقاصد کا حصول ناممکن بنا دیتا ہے‘ جبکہ معاشرے کو غفلت وتباہی میں مبتلا کر کے غلامی پر مجبور کر دیتا ہے۔ اس تعلیم سے ذہنی وروحانی صلاحیت ختم ہو کر رہ جاتی ہے‘ اس لئے اقبال نے ایسی تعلیم کو اسلامی معاشرے کے لئے خصوصاً تباہی کا باعث سمجھا ہے۔

کس طرح کبریت سے روشن ہو بجلی کا چراغ اہل مکتب کے طریقوں سے کشادِ دل کہاں

اقبال ایسی تعلیم کو قابل نفرت سمجھتا ہے جس سے ایک مسلمان طالب علم مغربی تہذیب کا دلدادہ اور مشرقی تہذیب سے نفرت کرنے والا بنتا ہے۔ جو تعلیم مذہب اور تہذیب وثقافت کا تحفظ نہ کر سکے اس سے جہالت بہت بہتر ہے۔

گرچہ مکتب کا جواں زندہ نظر آتا ہے مردہ ہے مانگ کر لایا ہے فرنگی کا نفس

اس لئے اقبال گلہ کرتا ہے:

گلہ ہے مجھ کو یارب خداوندان مکتب سے کہ سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

ایک جگہ اقبال لکھتے ہیں:

یہ امر ظاہر ہے کہ ایک مسلمان نوجوان کی تعلیم کی اساس اگر دینی اور اخلاقی نہ ہو تو اس میں سیر چشمی‘ بلند نظری اور خودداری کے وہ اوصاف حسنہ پیدا نہیں ہو سکتے جو اسلامی ریاست کے مایہ الامتیاز ہیں‘ اس کے علاوہ ضروری ہے کہ ہر مسلمان ملی روایات کا حامل ہو اگر ایسا نہ ہو تو قرآن کے ارشاد کے مطابق لتکونوا اشھداء علی الناس کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ کالجوں اور سکولوں میں دینی واخلاقی تعلیم کا انتظام ہونا چاہیے۔

یہی وہ بنیادی نکتہ ہے کہ جو اقبال کا نظریہ بھی ہے اور اس کرہ ارض پر اسلام اور اسلامی تہذیب وثقافت کی حفاظت کی ضمانت بھی‘ مگر افسوس کہ اس وقت پوری امت مسلمہ بشمول پاکستان اپنی اساس چھوڑ کر اہل مغرب کی تقلید کر رہی ہے‘ جس کی بنیاد مذہب کی بجائے مادہ پرستی ہے‘ اہل مغرب تو اپنے نظریات میں کامیاب ہوئے مگر ہم اپنی بنیاد سے محروم ہو رہے ہیں۔

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ

اقبال نے عورت کی تعلیم مذہبی وخانگی معاملات اور معاشرتی استحکام کے لئے انتہائی ضروری سمجھا ہے۔ مگر مذہب کا دائرہ ہر لحاظ سے اہم ہے‘ وہ ایسی تعلیم کی مخالفت کرتے ہیں جو منفی اثرات کی حامل ہو۔

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن کہتے ہیں اسی علم کو ارباب نظر موت
بیگانہ رہے دین سے اگر مدرسہ ء زن ہے عشق ومحبت کے لئے علم و ہنر موت

اقبال کے نظریہ کو مدنظر رکھ کر اگر ہم موجودہ تعلیم پر نظر دوڑائیں تو زمین وآسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ افسوس

مفکر اسلام اقبال کے خوابوں اور نظریات کے الٹ آج ہم نئی نسل کو ایسی تعلیم سے بہرہ ور کر رہے ہیں جس کے نتائج بنیادی اسلامی فلسفے سے متصادم ہیں۔ نصاب میں غیر دانشمندانہ تبدیلیوں اور اہل مغرب کی پیروی سے ہمارے مقاصد تعلیم پر سخت ضرب پڑ رہی ہے۔ جو بحیثیت مجموعی قوم وملت کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ یہ گھڑی امت مسلمہ کے لئے مقام فکر وعمل ہے۔ کیونکہ اہل بصیرت جانتے ہیں کہ بیسویں صدی اہل مغرب کے ہاتھوں انسانی خون کا سرخ کفن لپیٹ کر رخصت ہوگئی ہے' مگر کرہ ارض کی بنیادوں میں فتنہ وفساد عالمی دہشت گردی کی وہ فصل بودی ہے کہ موجودہ وآئندہ آنے والی تمام نسلیں اسے کاٹتی اور آگ وبارود کے اس الاؤ میں جلتی رہیں گی۔ جاتے جاتے فرزندان مغرب کے ذہن میں یہ روح فرسا سازش وحقیقت بھی راسخ کر دی ہے۔

کہ اب جنگیں گہرے سمندروں' نیلگوں فضاؤں' کھلے میدانوں میں نہیں بلکہ مذاہب ونظریات کے ایوانوں سیاست ومعیشت کی شاہراہوں اور تعلیم وتعلم کے میدانوں میں لڑی جائیں گی۔ کیونکہ اس کی گود سے فتح کے وہ کرشمے پھوٹتے ہیں جن کی مقدر میں شکست کبھی نہیں ہوتی لہذا اہل مغرب اب بارود فولاد کی بجائے تہذیب وثقافت کی طلسم ہوشربا سے سب مسلمانوں کو مسحور کر کے بناوٹ وریا' فحاشی وعریانی کے حسن بلاخیز کا اسیر دام کر رہے ہیں کیونکہ یہی وہ ذرائع ہیں جس کی بنیاد پر وہ دنیا میں اپنی حکمرانی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قائم رکھ سکتے ہیں اب وہ اس تلخ حقیقت کا ادراک کر چکے ہیں لہذا اہل مغرب علی الاعلان کہتے ہیں کہ خدا نشناس وخدا پرست اہل مشرق کو اگر غلام کرنا ہے اور ان کی نورانی قباؤں عباؤں سے مادہ پرستی کی تاریکیوں اور اہل مغرب کی لا مذہب مگر پر لطف زندگی کو بچانا ہے تو پھر ان کے ذرخیز میدانوں' وسیع صحراؤں اور سر بفلک عمارتوں کی بجائے علم وادب کے وہ منبع خشک کرنے ہوں گے جہاں سے مذاہب ونظریات کے سوتے پھوٹتے ہیں' وہ دل مسمار کرنے ہوں گے جہاں سے روحانیت کے چشمے نکلتے ہیں' ذہن کی وہ زرخیر زمینیں بانجھ کرنا ہوں گی جہاں سے آزادی مساوات اور سماجی انصاف کی کونپلیں پھوٹتی ہیں۔ اور وہ زبانیں کاٹنا ہوں گی جو حقوق ومساوات کی آوازیں بلند کرتی ہیں اور اہل بصیرت جانتے ہیں کہ ان سب کا مرکز تعلیم وتعلم ہے۔

آئیں ہم سب اپنے اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں کہ ہم کس طرف جا رہے ہیں۔ کیا ہم حکیم الامت اور مفکر اسلام وپاکستان علامہ اقبال کے افکار ونظریات سے انکار کر کے غفلت وانکار کی وہ تمام سنتیں تازہ نہیں کر رہے جو احساس زیاں سے محروم قوموں کا طرہ امتیاز ہوتی ہیں؟

اس کرہ ارض پر اسلام وپاکستان کی نظریاتی وجغرافیائی سرحدوں کی بقاء وتحفظ کے لئے ہمیں اپنے تعلیم کو مفکر اسلام کے خوابوں کے مانند استوار کرنا ہوگا' وگرنہ پھر امت مسلمہ کے ساتھ ساتھ ارض پاکستان کے طول وعرض میں ہم اپنے حقیقی مذہب اور تہذیب وثقافت کو ڈھونڈتے رہیں گے۔ مگر ہمارے ہاتھ سوائے مایوسی کے کچھ نہیں آئے گا۔

جناب شفیق الدین فاروقی

دار العلوم کے شب و روز

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سالانہ امتحانی نتائج میں جامعہ حقانیہ کی امتیازی پوزیشن:

سال ۱۴۲۵ھ بمطابق ۲۰۰۴ء میں منعقدہ وفاق کی طرف سے سالانہ امتحانات میں جامعہ حقانیہ کے پانچ سو ساٹھ (560) طلباء نے مختلف درجات میں شرکت کی۔ الحمدللہ نتائج میں اکثر درجات کے طلباء بہتر پوزیشن سے کامیاب ہوئے۔ بالخصوص درجہ عامہ کے طالب علم محمد کامل بن محمد عاقل نے تمام پاکستان میں ۶۰۰ نمبرات میں ۵۹۱ نمبرات حاصل کر کے دوسری امتیازی پوزیشن حاصل کر لی۔ ادارہ اس خوش بخت طالب علم اور اس کے والدین کو اس عظیم کامیابی پر مبارکباد پیش کرتا ہے اور طالب علم موصوف اور تمام طالبانِ علوم دینیہ کی کامیابیوں کیلئے دعا گو ہے۔

دار العلوم میں دورہ تفسیر کی رونقیں:

حسب سابق اس سال بھی دوران تعطیلات دار العلوم حقانیہ میں دورۂ تفسیر قرآنِ کریم کی پُر نور اور روح پرور بہاریں اپنے عروج پر ہیں۔ شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدنی مدظلہ یہ دورہ پڑھا رہے ہیں۔ ملک کے مختلف حصوں (بلکہ پشاور سے لے کر کراچی تک) سے بارہ سو (1200) سے زائد سعادت مند حضرات اس میں شریک ہیں۔ جبکہ FM پر سننے والے لاکھوں خوش قسمت سامعین اس پر مستزاد ہیں۔ اسی طرح مولانا مفتی سیف اللہ صاحب حقانی بھی دورۂ میراث پڑھا رہے ہیں۔ ان روحانی سرگرمیوں کی وجہ سے مدرسہ میں تعطیلات کا احساس نہیں ہوتا۔

فرانسیسی سفارتکاروں کی دار العلوم آمد:

۲۳ / اکتوبر ۲۰۰۴ء بروز ہفتہ فرانسیسی سفارتکاروں اور وزارت خارجہ فرانس کے اہم عہدیداروں کا ایک اہم وفد حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ملاقات کے لئے تشریف لایا۔ انہوں نے حضرت مولانا مدظلہ سے مختلف عالمی اور ملکی حالات پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا اور خصوصاً افغانستان کے انتخابات اور عراق، ایران کی صورتحال پر حضرت مولانا مدظلہ کا موقف معلوم کیا۔ مولانا مدظلہ نے ان پر زور دیا کہ حکومت فرانس کو مسلمانوں اور عالم اسلام کے لئے موثر آواز اٹھانی چاہیے اور خصوصاً افغانستان میں فرانس کو ویسے ہی پالیسی اپنانی چاہیے جیسے کہ انہوں نے عراق کے مسئلے پر اپنائی تھی۔ اس طرح مولانا مدظلہ نے ان کو مدارس اور علماء کے ساتھ حکومت کی زیادتیوں پر بھی انہیں آگاہ کیا۔

دینی مدارس کی تاریخ میں پہلی بار

درس نظامی کے فارغ التحصیل طلبہ کیلئے' بلا لحاظ مسلک' ایک سالہ

تخصص تدریب المعلمین

بلا معاوضہ: رہائش' کھانا اور کتب سکالرشپ: ایک ہزار روپے ماہانہ

ڈگری: حکومت پاکستان سے منظوری بطور بی ایڈ (اسلامک ایجوکیشن) زیر عمل

اہلیت: کسی وفاق سے شہادۃ عالمیہ (جید جداً) مع ایف اے (سیکنڈ ڈویژن) ترجیح برائے بی اے و ایم اے

ایڈوائزی کونسل

☆ مولانا حافظ فضل الرحیم صاحب' نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ' فیروز پور روڈ لاہور

☆ مولانا ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب' مہتمم جامعہ نعیمیہ' گڑھی شاہو' لاہور

☆ مولانا محمد یونس بٹ صاحب' ناظم اعلیٰ وفاق المدارس السّلفیہ' جامعہ سلفیہ' فیصل آباد

☆ مولانا عبد المالک صاحب' مرکز علوم اسلامیہ' منصورہ' ملتان روڈ' لاہور

نصاب: طرق تدریس' تعلیمی نفسیات' فلسفہ و تاریخ تعلیم' تحقیق اور امتحانات وغیرہ

دینی مدارس میں تدریس قرآن' حدیث' فقہ' عربی زبان وغیرہ

جدید علوم: انگریزی' مغربی فکر و تہذیب اور جدید عمرانی و سائنسی علوم کا تعارفی مطالعہ' کمپیوٹر

خصوصی مشق: عربی و انگریزی بول چال و انشاء

اساتذہ: یونیورسٹی پروفیسرز و جید علماء کرام

درخواستیں: سادہ کاغذ پر (مع فوٹو کاپی اسناد) بھجوانے کی آخری تاریخ: ۱۵ر شوال ۱۴۲۵ھ

تحریک اصلاح تعلیم ٹرسٹ

282 نیلم بلاک' علامہ اقبال ٹاؤن' لاہور فون: 7315229

ermpak@hotmail.com :ای میل ایڈریس 0300 4354673

مدیر کے قلم سے

تعارف تبصرہ کتب

کتاب: معالم التجوید مؤلف: مولانا قاری عبدالرؤف مدنی

ضخامت: ۱۱۰ صفحات قیمت : درج نہیں ناشر: مدرسہ وددودیہ ڈھکی نعلبندی قصہ خوانی پشاور

زیر تبصرہ مختصر کتاب مولانا قاری عبدالرؤف صاحب مدنی کی تالیف ہے۔ فن قرأۃ وتجوید میں اب تک سینکڑوں کتابیں جس میں بعض ضخیم ہیں اور بعض مختصر معرض وجود میں آئی ہیں اور یہ اللہ کی آخری کتاب قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ اس کتاب عظیم الشان کی جتنی خدمت ہر زاویہ نظر سے کی گئی ہے۔ دنیا میں کسی دوسری کتاب کے حصہ میں نہیں آئی۔ اور یہ سلسلہ انشاء اللہ تا قیامت چلتا رہیگا۔ مؤلف موصوف نے اس کتاب میں فن تجوید کے متعلق اہم مباحث کا احتواء انتہائی سہل اور آسان انداز میں کیا گیا ہے۔..... استاذی المکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدنی مدظلہ کلمات تبرک کے زیر عنوان اپنی تقریظ میں رقمطراز ہیں ''محترم قاری تقریباً ڈیڑھ سال تک مسجد نبوی شریف کے نورانی روحانی اور مقدس ماحول میں اپنے دل و دماغ کو قرآنی علوم و معارف سے منور ومعطر فرماتے رہے پھر حکومت پاکستان کی طرف سے جدہ میں پاکستان ایمبیسی انٹرنیشنل سکول اینڈ کالج جدہ سعودی عرب میں ۱۴ ر سال تک ابنائے۔ پاکستان کو علوم اسلامیہ سے سیراب کرتے رہے اب اسلامیہ کالج پشاور یونیورسٹی میں صدر شعبہ قرأت وتجوید کے عہدہ پر دینی خدمات سرانجام دینے میں حیات مستعار کے بقیہ لیل ونہار بیت رہے ہیں ان کی یہ بیش بہا شاہکار تصنیف ''معالم التجوید'' مشتاقانِ علم قرأۃ وتجوید کے لئے ایک مایہ ناز علمی تحفہ ہے جس پر وہ صد تبریک اور ہزار ستائش وتحسین کے مستحق ہیں۔ انہوں نے اپنے طویل وعریض تدریسی تجربات کی روشنی میں علم التجوید کے اہم مباحث بنیادی قواعد وضوابط کو عام فہم سلیس شستہ شگفتہ انداز میں زیب قرطاس فرمایا ہے۔ یہ انمول کتاب ''معالم التجوید'' چودہ (۱۴) دروس پر مشتمل ہے جگہ جگہ سوال وجواب کی شکل میں اہم مضامین کو دہرانے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ مبتدی طلبہ آسانی سے ان قواعد کو خوب ذہن نشین کرسکیں'' اعلیٰ قیمتی دو رنگہ کاغذ پر بہترین چھپائی اور خوبصورت و دیدہ زیب انداز کیساتھ یہ کتاب ہر کتب خانے اور مکتبہ کی زینت بننے کے قابل ہے اور فن تجوید وقرأءت کے شائقین کیلئے ایک بہترین سوغات ہے۔

کتاب: غیث الغمام فی مناقب الامام ابی حنیفہ النعمانؒ مؤلف: مولانا حافظ عبدالاول بنوری۔

ضخامت: ۱۳۲ صفحات۔ قیمت: درج نہیں ناشر: مدرسہ جامعہ شمس العلوم الاسلامیہ اسماعیلہ (صوابی)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ کی جلالت شان اور علو مرتبت کی ایک دنیا معترف ہے یہی وجہ

ہے کہ مسلمانانِ عالم کا تین چوتھائی حصہ آپ کے مذہب پر کاربند ہے اور روز افزوں آپ کے متبعین میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اگرچہ مخالفین ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ مسلمان آپ کے مذہب سے برگشتہ ہوں۔ لیکن ان کی یہ تمام کاوشیں بے سود ثابت ہوئیں۔

حضرت الامام الاعظمؒ کے مناقب اجتہادی شان اور عبقریت پر لاکھوں صفحات پر مشتمل ہزاروں کتابیں لکھی گئی ہیں اور تاقیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ زیر تبصرہ مختصر کتاب بھی اسی سلسلۃ الذھب کی جدید کڑی ہے۔ جس میں مؤلف موصوف نے حاسدین امام اعظمؒ کے بعض مطاعن کا جواب دیا ہے اور اسکے ساتھ ساتھ امام صاحبؒ کے حالات ان کی محدثانہ حیثیت اور اساتذہ و شیوخ کا بھی تذکرہ کیا ہے جس سے کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ ہوا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ کتاب تمام مسلمانوں کے لئے نافع بنادے اور مؤلف کے لئے بہترین زادِ آخرت ثابت ہو۔

کتاب : عوام کا بے تاج بادشاہ مرتب: مولانا عبدالخالق فاضل دارالعلوم کبیر والا' خانیوال

ضخامت: ۱۰۶ صفحات قیمت: ۷۰ روپے

ناشر: شعبہ تصنیف و تالیف۔ جامعہ کاشف العلوم فقیر والی' ضلع بہاولنگر

زیر تبصرہ کتاب مفکر اسلام قائد اسلامی انقلاب حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی مختصر سوانح و حالات اوصاف و کمالات اور ملی و دینی کارناموں پر مشتمل ہے۔ فاضل مرتب نے انتہائی محنت اور عرقریزی سے یہ مجموعہ ترتیب دیا ہے۔ اور حضرت مفتی صاحبؒ کے متعلق کتابیات میں ایک بہترین اور خوبصورت اضافہ کیا ہے۔ کتاب میں اہم عنوانات چودہ ہیں۔ اور پھر ان کے ضمن میں دیگر بغلی سرخیاں ہیں۔ کتاب کی دلچسپی کا یہ عالم ہے کہ ایک ہی نشست سے ختم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ ابتدائیہ میں پیش گفتار کے زیر عنوان اقتباس میں تحریر فرماتے ہیں ''اس کتاب میں جن نفوس قدسیہ کا تذکرہ مختلف پہلوؤں سے کیا گیا ہے وہ چودھویں صدی کی عہد ساز شخصیت مفتی محمودؒ ہیں ان کی جدوجہد علم و تقویٰ' سیاسی بصیرت اور تدریس و افتاء کے واقعات کا مطالعہ علمی ترقی میں ہمارا معاون بن سکتا ہے۔ ان کی تابناک زندگی ہماری راکھ کے انبار سے بجلیاں پیدا کرسکتی ہیں ان اعلام ہی کی تاریخ ہمارے سوئے ہوئے جذبوں کو جگاسکتی ہیں اور اس سے سینہ ویران میں جان رفتہ آسکتی ہے کیونکہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ بلندیوں کو دیکھ کر بلند ہو چاہتا ہے اور پستیوں میں رہ کر اس کی خداداد صلاحیتوں کی وسعتیں سمٹنے لگتی ہیں۔ اولوالعزم اور باہمت رجال کی داستانوں کے مطالعہ کی ترغیب اسی لئے دی جاتی ہے کہ وہ انسان کے اندر عزم و ہمت اور حوصلہ و جرأت کا بیج بوتی اور خاکستر میں دبی ہوئی چنگاریوں کو فروزاں کرتی ہے۔'' اس کتاب کے مطالعہ سے حضرت مفتی صاحب نوراللہ مرقدہ کی شخصیت کا مختصر انداز میں احاطہ کیا ہے۔ محبت و عقیدت اور اخلاصِ و محنت کی کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی مؤلف کی یہ کاوش قارئین کے دلوں میں عمل کا نیا جذبہ اور ولولہ تازہ پیدا کرے گی۔

زندگی کے سارے سُکھ، صحّت اور تن دُرستی سے ہیں

تن سُکھ سے تن دُرست

تن سُکھ جسم وجاں کو تقویت پہنچاتا ہے، نظامِ ہضم اور افعالِ جگر کی اصلاح کرتا ہے۔

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

ہمدرد

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk

Adarts -HTS-12/97(R)

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم ! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمدللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک وبیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ**۔

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یوبی ایل اکوڑہ خٹک 7 -01 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 721

Email: haqqania@nsr.pol.com.pk